

# تعمیر حیات

پندرہ روزہ

لکھنؤ

## اس شاخ کی منکر کیجئے...

تمام قومیں انسانیت کی شاخیں ہیں۔ اصل چیز انسانیت ہے اس انسانیت کو تباہی اور ہلاکت سے بچانے کے لیے آج کتنے انسان اور کتنی پارٹیاں آدمیت کے نام سے سرگرم اور انسانیت کو بچانے کے کام میں مصروف ہیں۔ تہذیب و تمدن، سیاست و حکومت، ادب و فلسفہ اور مسلم دین کے آئینے نے انسانیت کی شاخ پر قائم ہیں۔ اگر انسانیت کی شاخ باقی ہے تو آپ جیسا چاہیں ویسا نشیمن بنالیں، لیکن شاخ ہی نہ رہی تو نشیمن کا بقا کہاں؟ آج انسانیت کی شاخ پر کتنے ٹیٹے چلائے جا رہے ہیں، آگ لگائی جا رہی ہے، ہر شخص اس کو شیش میں مصروف ہے کہ آدمیت کی شاخ پر بڑے سے بڑا ٹیٹہ چلائے۔

آج ہمارے ملک میں انسان کو انسان سے محبت اور ہم دردی نہیں رہی، پہلو میں وہ دل نہیں جو انسانیت کے سوز میں جلتے ہوں، اس کا درد محسوس کرتے ہوں نفسا نفسی کا قیامت خیز منظر ہے، ہر ایک کو اپنی اپنی پٹری ہے۔ قرآن مجید نے قیامت کی نفسا نفسی کا جو

نقشہ کھینچا ہے، "يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ

وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ، كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَانِئُهُ

ترجمہ: اس دن بھائی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا اور بھائی سے اور اپنے باپ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے ہر شخص اسے روز ایکے نہ کرے ہوگا۔

یہی منظر آج پوری انسانی سوسائٹی میں نظر آ رہا ہے۔

ماخذ: تحفہ انسانیت

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

سالانہ چھ ماہ کی شہور ہے

# TAMEER-E-HAYAT

FORTNIGHTLY  
NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India)

Rs. 5/-

آپ کی خدمت میں جدید و دلکش

سونے چاندی کے زیورات کیلئے

ہمارا نیا شوروم

گہنہ بیلس

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد نعیم خاں محمد معروف خاں

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

فون نمبر ۲۶۷۹۱۰ \_\_\_\_\_ 267910

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف  
صندل سے تیار کردہ خوشبو  
دار عطریات، عمدہ و اعلیٰ  
قسم کے روغنیات و عرق  
کیوڑہ، عسرق گلاب  
و دیگر عطریات کی



ایک قابل اعتماد دوکان۔ ایک مرتبہ  
تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

خط و کتابت کا پتہ ہے

فون: 268898

اظہار احمد اینڈ سنس پرفیومرس، چوک لکھنؤ



نورانی تیل

درد و زخم، چوٹ، کٹے جلتے کی مشہور دوا

انڈین کیمیکل کمپنی، منو ناتھ بھجن پورہ

منو کے اصلی نورانی تیل  
کی خاص پہچان

لیبل پر لاسنس نمبر U-18/77 اور  
کیپ کے اوپر MAU CITY ہے تب اصلی ہے  
اگر یہ دونوں پہچان نہ ہو تو نقلی ہے۔



جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ ہوتی ہے  
Auto Refractometer AR-860  
نوٹو گراؤ ایک کوئی نہیں، بالی انڈیکس ریز کی نہیں، نیسی پادرو  
دھوپ کے پتوں کا خاص مقام۔

ایک بار خدمت کا موقع دے سے  
آپیشہ بین۔ اے۔ س۔ رحمتی (علیگ)  
شکری کی مورنی کے نزدیک، معتبر جگہ، اعظم گڑھ



## ہر ذمہ دار سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں باز پرس ہوگی

ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی مندوبی صدر شعبہ اسلامیات اسٹڈینٹ چیئر ٹریننگ کالج حائل السعودیہ  
ترجمہ: شمس الحق ندوی

عن یونس عن الزہری قال اخبرنا سالم بن عبد اللہ عن ابن عمر یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ والرعجل راع فی اہلہ وھو امسول عن رعیتہ وامرأة راعیة فی بیت زوجها ومسولة عن رعیتہا۔ والخدام راع فی مال سیدہ ومسول عن رعیتہ قال حبیب انہ قد قال۔ والرجل راع فی مال اہلیہ ومسول عن رعیتہ وکلکم راع ومسول عن رعیتہ۔ یونس زہری کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے کہا کہ ہر کو سام بن عبد اللہ نے ابن عمر کے حوالے سے بتایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور اس سے اس کی نگرانی کے بارے میں باز پرس ہوگی، حاکم نگران ہے اور اس سے اس کی نگرانی کے بارے میں باز پرس ہوگی اور آدمی اپنے گھر والوں کا نگران ہے اور اس سے اس کی نگرانی کے بارے میں باز پرس ہوگی اور عورت اپنے شوہر کے گھر میں نگران ہے اور اس سے اس کی نگرانی کے بارے میں باز پرس ہوگی، خادم اپنے آقا کے مال کا نگران ہے اور اس سے اس کی نگرانی کے بارے میں باز پرس ہوگی، راعی کہنے ہیں کہ مجھے خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا، آدمی اپنے باپ کے مال کا نگران ہے اور اس سے

اس کی نگرانی کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ اور تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور اس سے اس کی نگرانی کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ حدیث کے عام معنی۔

انسان پر اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے ایک انعام یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو عقل و ادراک کی صلاحیت، قوت و ارادہ کی دولت سے نوازا اور اس پر ذمہ داری اور امانت کا بوجھ ڈالا اور انسان کی بلندی و پستی دونوں اس کے مکلف ہونے سے جڑے ہوئے ہیں اور مکلف ہونے کا مدار اختیار پر ذمہ داری پر ہے۔ دین اسلام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اجتماعی و معاشرتی زندگی کو منظم کرنے اور مکلف کو ذمہ داری کا محاسبہ کرنے کے لئے اس نے ذمہ داری کو بہت ہی باریکی کے ساتھ تقسیم کیا ہے، ہر ایک اپنے منصب و ذمہ داری کے بقدر جواب دہ ہے۔

چنانچہ اس نے ذمہ داری کی ابتدا حاکم سے کی، اگر تم میں سے ہر شخص ذمہ دار و نگران ہے اور اس کا جواب دہ ہے۔ خلیفہ نگران ہے اور اپنی نگرانی کا جواب دہ ہے۔ اسلامی حکومت میں سب سے پہلا جواب دہ خلیفہ ہے اس پر اسلام نے فرض کیا ہے کہ وہ امت کی نگرانی اور اس کی دیکھ بھال کے فرض کا بار اٹھائے، اور اس کے مقابل اسلام نے حاکم کے بارے میں امت پر کچھ ذمہ داریاں ڈالی ہیں جو امت پر خلیفہ کے حقوق میں سے ہیں، اس لئے کہ ہر ذمہ داری کے سلسلے میں ہر ذمہ دار

ہے کہ ذمہ دار کے بھی کچھ حقوق ہوں، ایسے ہی اس کا برعکس لہذا حاکم کی اس زبردست ذمہ داری اور امانت کی گمانداری کے پیش نظر علماء نے اس ذمہ داری کے حدود متعین کئے ہیں جو حاکم کے کاندھے پر ڈالی گئی ہے اور وہ اس کا جواب دہ ہے۔ چنانچہ ماوردی نے اپنی دس ذمہ داریاں گنائی ہیں جن کا حاکم کا جواب دہ ہے۔ اور ان کی ادائیگی اس پر لازم ہے، دوسرے بہت سے علماء نے ماوردی کی اس سائے سے اتفاق کیا ہے۔ نمبر حاکم کا فرض ہے کہ وہ دین کے ان اصولوں اور بنیادی باتوں کی حفاظت کرے جن پر امت کے اسلاف متفق ہیں۔

نمبر ۱: حاکم کو اپنے ہونے والوں پر اسلامی احکام کو نافذ کرنے کی لڑائی کا خاتمہ کرنا کہ انصاف کا چلن ہو۔ نمبر ۲: عزت و شرف کی حفاظت اسلامی ملک کی حدود و دشمنوں سے محفوظ رکھنا تاکہ لوگ معاش کے سلسلے میں امن و اطمینان کے ساتھ نفع و حرکت کر سکیں اور سفر میں رکاوٹ نہ پیدا ہو۔ نمبر ۳: شرعی حدود جاری کی جائیں تاکہ اللہ کی قابل احترام قرار دی گئی چیزوں اور احکام کی حفاظت کی جائے۔ اور ان کی بے حرمتی نہ ہو اور بندگان خدا کے حقوق کو ضائع اور برباد ہونے سے بچایا جائے۔ نمبر ۴: طاقتور فوجی تیاریوں اور مضبوط دفاعی انتظام کے ذریعہ سرحدوں کو محفوظ کیا جائے تاکہ دشمن کسی بھی سرحد پر دست درازی نہ کر سکے کہ حملہ کر کے احکام خداوندی کو پامال کرے اور مسلمانوں یا جن قوموں سے معاہدہ ہے ان کا خون بہائے۔ نمبر ۵: جو لوگ دعوت کے بعد اسلام کی مخالفت کریں ان سے جہاد کیا جائے یا وہ ذمی بنا قبول کریں۔ نمبر ۶: مال غنیمت اور صدقات کو شریعت کے مطابق بلا کسی زیادتی کے وصول کیا جائے، خواہ وہ نص قطعی سے ثابت ہو یا علماء کے اجتہاد سے۔ نمبر ۷: بیت المال سے لوگوں کو جو حق پہنچتا ہو باقی ص ۲۹



# تعمیر حیات

پندرہ روزہ

۱۲۳۲ھ  
۱۲۳۲ھ

لکھنؤ

مجلس صحافت و نشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۳۳ ۱۰ مئی ۱۹۹۶ء - مطابقت - ۲۱ مئی ۱۳۱۶ھ - شماره نمبر ۱۳

نگرانِ اعلیٰ  
مولانا معین اللہ ندوی  
مدیر مسئول  
شمس الحق ندوی

مشاورت  
مولانا نذیر حفیظ ندوی - مولانا محمود الازہار ندوی  
مولانا سلمان حسینی ندوی - مولانا محمد خالد ندوی  
مولانا عبداللہ حسینی ندوی - مولانا محمد رضوان ندوی  
ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

زیر تعاون  
سالانہ ۱۰۰ روپے  
فی شمارہ ۵ روپے  
بیرونی ممالک فضائی ٹھاکہ۔  
ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک  
۲۵ ڈالر  
بیرونی ممالک بحری ڈاک۔  
بحری ڈاک جملہ ۱۰ ڈالر

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے، لہذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ سو روپے بذریعہ مئی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتے پر ارسال فرمائیں۔

گزارش  
خط و کتابت اور مئی آرڈر کرتے وقت  
کوین ایفام سلیپ، خریداری نمبر کیساتھ  
سکٹل نام و پتہ ضرور لکھیں، خریداری نمبر  
ہر پتے کی سلیپ پر لکھا ہوتا ہے اگر آپ  
جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور  
کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی  
اور جلدی ہوتی ہے۔  
میں سب  
حامد

میں سب تعمیر حیات پوسٹ بکس ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ ۲۲۶۰۰۷ یو پی  
ڈرافٹ سکرٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتے  
پر روانہ کریں  
پرنٹر: پبلشر شاہد حسین نے پارک آفس میں طبع کر کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا

## اسٹیمائری میں

۱	درس حدیث	مولانا ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی
۲	اسلامی شریعت (اداریہ)	مولانا سید محمد رفیع حسینی ندوی
۳	مردان کار اور مخلص عاملین	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسینی ندوی
۴	رواقی عبدالحق کا افتتاح	محمد شاہد ندوی بارہ بنگلوی
۵	میرے بھائی صاحب	عبدالحق نعمت صدیقی
۶	آمد بہار	جناب شعیب صاحب نگرانی
۷	شیخ محمد الغزالی مرحوم	ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی
۸	سیرت سید احمد شہید	پروفیسر وصی احمد صدیقی
۹	سوال و جواب	محمد طارق ندوی
۱۰	مشاہدات و تاثرات	ابوجامد ندوی
۱۱	تاثیر وفات مولانا محمد رفیع ندوی	عبد القیوم شاہر بستوی
۱۲	اسلام ہی دین تملہ ہے	ترجمہ: سید محمود حسینی



## شرائط ایجنسی

- ۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
- ۲۔ فی کاپی ۱۰ روپے کے حساب سے زر ضمانت پیشگی رواد کرنا ہونی چاہیے۔
- ۳۔ کمیشن جو ابی خط سے معلوم کریں۔

## نرخ اشتہار

- ۱۔ تعمیر حیات کافی کام فی سینٹی میٹر = R. 20/-
- ۲۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
- ۳۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

## بیرون ملک نمائندے

Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb.  
P.O.Box No. 842  
MADINA MUNAWWARAH - (K.S.A.)

ملینہ منورہ

Mr. M. AKRAM NADWI  
O.c.I.S.  
St. CROSS COLLEGE  
Oxford OX1 3TU - U.K.

برطانیہ

Mr. M. YAHYA SALLO NADVI Sb.  
P.O.Box No. 388  
Vereniging  
(S.AFRICA)

ساؤتھ افریقہ

Mr. ABDUL HAI NADVI Sb.  
P.O.Box No. 10894  
DOHA - QATAR

قطر

Mr. QARI ABDUL HAMEED NADVI Sb.  
P.O.Box No. 12525  
DUBAI - (U.A.E.)

دبئی

Mr. ATAULLAH Sb.  
Sector A-50, Near Sau Quater  
H. No. 109 Town Ship, Kaurangi  
KARACHI - 31 (Pakistan)

پاکستان

Dr. A. M. Siddiqui Sb.  
98- Conklin Ave  
Woodmere  
New York 11598 - (U.S.A.)

امریکہ

## اداریہ

## اسلامی شریعت

(مولانا) سید محمد رفیع حسینی ندوی

## ایک محکم قانون اور انسانی زندگی کی ضرورت

مسلمانوں کی دینداری اور ان کی اسلامی زندگی پر نام نہاد دانشوروں اور اہل قلم بعض وقت عجیب اعتراضات کرتے ہیں، ان کے اعتراضات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ان اعتراضات کرنے والوں میں سے اکثر لوگ علم و دانش کے جو معمولی تقاضے ہیں ان کا بھی خیال نہیں کرتے۔ ہماری مسلم سوسائٹی میں جو خرابیاں بے راہ رواد و منحرف لوگوں کی بد عملی سے پیدا ہو گئی ہیں۔ صرف ان کو دیکھ کر بیوقوف اسلامی سوسائٹی کے عقیدہ اور مذہبی تعلیمات کے خلاف رائے زنی کرتے ہیں، اور اسلامی احکامات کو پوری طرح بڑھے اور جانے بغیر محض اپنی آنکھ سے مذمت کرنے لگتے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں ایک جگہ خراب کی تہہ تیغ حرمت کے دوران ایک مرحلہ پر قرآن مجید میں یہ حکم آیا ہے کہ اگر تم نشتے میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ۔ تو اس تم نشتے میں ہو تو، کو چھوڑ کر یہ کہا جلتے کہ قرآن مجید میں تو یہ ہے کہ تم نماز کے قریب بھی نہ جاؤ، اس کے باوجود مسلمان نماز پڑھتے ہیں۔ اسلام سے کدورت رکھنے والے ایک صحافی اردن شوری صاحب نے اخبار میں متعدد مضامین اسلامی تعلیمات کی مذمت میں لکھے ہیں ان میں اسی طرح کی حرکتیں کی ہیں، اردن شوری صاحب نے قرآن و حدیث کا جو اسلامی احکامات و تعلیمات کا منہج ہے۔۔۔ اور اسلامی فقہ کا جو قرآن مجید اور حدیث شریف کے الفاظ سے حاصل ہونے والے اشاروں اور وضاحتوں کا موضوع ہے۔ کیا مطالعہ کیا ہے؟ وہ اپنے کو اس کی تشریح کرنے اور نقصانکام کرنے کے لئے وقف کئے ہوئے ہیں۔ اردن شوری صاحب ہی کی طرح بعض ان ہی جیسے دانشور ایسے ہی جائزے اسلام سے ناواقف لوگوں کے لئے شائع کرتے ہیں۔ ابھی چند دنوں قبل ایک جائزہ بہت طمطراق کے ساتھ اخبار میں شائع ہوا ہے کہ مسلمان عورتوں کی ایک بڑی تعداد سے دریافت کرنے پر ان میں ۹۰ فیصد عورتوں نے بتایا کہ اسلام میں عورتوں پر ظلم ہے اس کی اصلاح ہونا چاہئے۔ یہ کون عورتیں تھیں؟ قرآن و حدیث سے اور اسلامی احکام سے کتنا واقف تھیں یا غیر مسلم عورتیں تھیں جن کو برقع پہنا کر یا مسلمان عورتوں کے لباس میں لاکر سوالنامے کے دائرے میں لایا گیا تھا۔ پھر دیکھنے کی بات یہ بھی ہے کہ ہندوستان میں بول چال تعلیم یافتہ افراد کا اوسط کم اور عورتیں تو زیادہ غیر تعلیم یافتہ ہیں۔ پھر ملک کی آبادی کا بیشتر حصہ دیہاتوں میں رہتا ہے جو اہل بیل اور کھیت کی معلومات سے زیادہ معلومات نہیں رکھتا۔ مسلمان عورتوں میں تعلیم یافتہ عورتوں کا تناسب اور بھی کم ہے، ان میں سے بیشتر پرسنل لا وغیرہ کی اصطلاحات ہی سے ناواقف ہیں ان سے شریعت اسلامی کے متعلق دریافت کرنا بیکار بات ہے۔ یہ اسی طرح کی بات ہے کہ کسی پرائمری اسکول میں جا کر پوچھا جائے کہ امریکہ کا لایا ہوا عالمی نظام ہندوستان کے لئے کہاں تک مناسب ہے؟ اور اس کے نتیجے میں کیا ہوگا؟ بچے جو جواب دیں اب اس کو عقل کی بات قرار دے کر پیش کر دیں۔ یہ بے مثال اس طرح کے جائزے کی جو اسلام سے ناواقف اور مخالفت لوگ اپنا دل خوش کرنے کے لئے لیتے رہتے ہیں۔ اسلام کے سیکڑوں قوانین میں سے ایک قانون کا بھی پورا مطالعہ نہیں کرتے پھر بھی اس کی بال کی کھال سے نکالتے ہیں۔

اسی طرح کی ایک کوشش کے بارے میں مجھے ایک عینی شاہد نے بتایا کہ دہلی کی ایک یونیورسٹی کی متعدد غیر مسلم بڑیوں کو جن کو وہ پہچانتے تھے پھر قریب پہنچا کر یا مسلمان لباس میں پرسنل لا کے موضوع کے ایک سیمینار میں لایا گیا اور اس کی کوشش کی گئی کہ کوئی ایسا مسلمان شریعت نہ کرے جو ان بڑیوں کو پہچانتا ہو یا شریعت اسلامی کا ناقذ نہ ہو۔ اس عینی شاہد کو بھی اندر نہیں جانے دیا گیا۔ لیکن اس نے کوشش کر کے ان نمائندوں کو دیکھ لیا جو مسلمان بزرگ لائی گئی تھیں۔ اور دوسرے دن اخبار میں ان کی قیمتی آراء چھاپ دی گئیں۔ اب اس کو اگر کوئی کہے کہ غلط ہے تو اس کو کٹھن ملاً زندگی کے تقاضوں سے ناواقف بنیاد پرست کہہ کر مسترد کر دیا جائے گا۔ یہ طریقہ نہ صرف یہ کہ حقائق کو توڑ مڑ کر پیش کرنے کے ہیں بلکہ قوم کو بہت سے حقائق سے اندھیرے میں رکھنے کے ہیں، یہ نہ تو قوم کے

مفاد میں ہیں اور ملک کے مفاد میں، عامۃ الناس کا مزاج زیادہ غور کرنے اور سمجھنے کا نہیں ہوتا۔ ان کو تو قوم کے نمایاں افراد جو بتادیں اس کو مان لیتے ہیں اور صحیح سمجھتے ہیں ان سے کہہ دیا جائے کہ سنبھالو اور کھایا جائے، تو جسم کے سارے امراض دور ہو جاتے ہیں۔ لہذا تم سب لوگ روز صبح سنبھالو کھایا کرو تم سب کی صحت بہتر ہو جائے گی۔ یا یہ کہا جائے کہ روزانہ تم فلاں مقدار میں انیم کھایا کرو، تم دن بھر راحت کے ساتھ رہو گے۔

اس خیال کو رد اور دیا جائے تو پھر قوم کا کیا ہوگا۔ اور ملک کہاں جائے گا؟ مسلم معاشرہ کی صحیح خصوصیات سے ناواقف لوگ اسی طرح سے اپنی قابلیت کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ ان کو اس کی توفیق نہیں ہوتی کہ وہ صحیح علمی طریقے سے معلومات کر کے قائم کریں۔ مسلم معاشرہ کے بالکل جاہل اور مذہب سے بے تعلق رہنے والوں میں جو عادتیں پیدا ہو گئی ہیں اور ان کے اندر جو بد عیالیاں آگئی ہیں، صرف ان کو دیکھ کر پورے مسلم معاشرہ پر ہی نہیں بلکہ اسلام اور اس کے احکامات پر بھی باسانی رائے زنی کی جانے لگی ہے۔ اور جو باتیں اور حادثیں خود اسلام کی نظر میں بدترین ہیں اور ان سے سختی سے روکا جاتا ہے۔ ان کو بھی اسلام کے سرنگ کر اسلام کا عیب بتایا جانے لگے۔ حالانکہ ان میں متحد باتیں اپنے ساتھ رہنے والے غیروں سے آئی ہیں، مثلاً جینز کا مسئلہ کہ لڑکی اگر مطلوبہ چیز نہیں لاتی تو اس کو سخت اذیت دی جاتی ہے جتنی کہ جلا ڈالا جاتا ہے۔ اگرچہ مسلمان معاشرہ میں یہ واقعات ہندو معاشرہ کے مقابلے میں بہت کم ہیں اور اصل تو یہ کہ اسلام میں شادی کے تعلق سے لڑکی پر کسی طرح کے صرف ذی ذمہ داری نہیں ڈالی گئی ہے۔ نکاح کے سلسلہ میں جو مصارف آتے ہیں وہ سب لڑکے کے ذمہ رکھے گئے ہیں۔ نکاح کے وقت جو مٹھانی، جھوپڑا، تقسیم ہوتے ہیں وہ بھی لڑکے کے ذمہ ہوتے ہیں لڑکے کو فوج پر کھانا بھی لڑکی والوں کے ذمہ نہیں ہے۔

نکاح کے بعد بیوی شوہر سے مل جائے اور کچھ دنوں کے ذمہ ہوتی ہے جس کو وہ سمجھتے ہیں، نکاح کے تعلق سے بیوی کو ایک دقیق رقم مہر دی جاتی ہے، وہ بھی لڑکے کے ذمہ ہوتی ہے، لڑکی نہ تو کچھ دیتی ہے اور نہ اس پر کچھ لانے کی ذمہ داری ہے۔ لڑکی اپنے گھر سے اگر خود کچھ لے کر آتی ہے تو اس پر کچھ لڑکے کا کوئی حق نہیں ہوتا، وہ خالص لڑکی کے ملکیت رہتا ہے۔ لڑکی کے اپنے شوہر کے پاس پہنچنے کے بعد سے اس کے تمام اخراجات شوہر کے ذمہ ہوتے ہیں، اور وہ اخراجات اسی معیار کے ہوتے ہیں جس معیار پر شوہر رہتا ہے اور جب تک لڑکی اپنے شوہر کی زوجیت میں رہتی ہے اس کے مصارف شوہر پر لازمی ہوتے ہیں۔ اور جو مہر ہوتا ہے اس کی ادائیگی بھی لازمی ہوتی ہے۔

اگر کوئی مرد اس خیال کے ساتھ شادی کرے کہ مہر نہ دے گا تو اسلامی قانون میں اس کی شادی صحیح نہیں ہوتی اور شوہر بیوی کا رشتہ ہی نہیں بنتا، ہاں یہ الگ بات ہے کہ لڑکی اپنے شوہر سے خوش ہو کر خود سے اس کو مہر کی رقم ہدیہ کر دے۔ لیکن شوہر کے دباؤ سے ایسا نہیں ہو سکتا۔ ایسی صورت میں عورت کے لئے سب فائدہ ہی فائدہ ہے، اور مرد کے ذمہ خرچہ ہی خرچہ ہے، اس کے بعد کیا مرد کا اتنا بھی حق نہیں کہ وہ عورت سے اس کا مطالبہ کرے کہ وہ گھر کے اندرونی انتظام کا بوجھ اٹھائے اور شوہر کی راحت کا باعث بنے، وہ شوہر کے معیار زندگی کے مطابق معیار پر رہتے ہوئے گھر کی اور بچوں کی فکر رکھے، پھر جب مرد پر اللہ تعالیٰ نے مصارف کا اپنی بیوی کی حیثیت کے مطابق اس کا خرچہ برداشت کرنے کا سارا بوجھ ڈالا ہے تو اس کو یہ حق دیکھ کر بیوی سے اس کی حیثیت بڑی ہو جیسے دو ساتھیوں میں ایک کی سیزر اور دوسرے کی جوئیئر کی حیثیت ہوتی ہے، پھر اگر دونوں میں ناچاقی ہو جائے اور ایک دوسرے کے ساتھ نباہ نہ ہو سکے تو شریعت کا حکم ہے کہ دونوں کے اعزہ کو بخش کر کے

دونوں کے اختلافات دور کر لیں اور صلح کرنے کے کوشش کریں اگر صلح نہ ہو سکے اور دونوں کا ساتھ رہنا قابل برداشت نہ رہے تو اختیار دیا گیا ہے کہ تعلق توڑ لیں لیکن شریعت کے بتائے ہوئے طریقے سے۔ تعلق توڑنے کا طریقہ واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ مرد پہلے ایک طلاق دے اور الگ رہے اگر ایک ماہ کے اندر مصالحت کی صورت نہ بنے تو دوسری طلاق دے اور پھر ایک ماہ انتظار کرے اور مسئلہ حل نہ ہو تو تیسری طلاق دیدے اس پر دونوں میں جدائی ہو جائے گی اس طرح اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کرنے اور مصالحت کی کوشش کرنے کے لئے دو ماہ کی مدت مل جاتی ہے لیکن شوہر بیوی میں جھگڑا ایسا بڑھ گیا ہو کہ نہ اعزہ کی کوشش کا ایسا ہو رہی ہو اور نہ بار بار کی وارننگ کا اثر ہو رہا ہو تو پھر کون سا انصاف ہے کہ کہا جائے کہ جھگڑا کرتے رہو اور ساتھ رہو علاحدہ نہیں ہو سکتے، تو پھر تعجب نہیں کہ نتیجہ اس طرح کا نکلے کہ جس طرح دو حقیقی بھائی بعض وقت سخت اختلافات کے نتیجے میں ایک دوسرے کو قتل تک پر آمادہ ہو جاتے ہیں شوہر بھی بیوی کو ختم کر دے گا۔ چنانچہ یہ بات علی الاعلان ہو رہی ہے کہ مرد اپنی بیوی سے جھگڑا رہا حاصل کرنے کے لئے باورچی خانے میں اس کو آگ لگا دیتا ہے اور کہتا ہے کہ کھانا پکانے میں جل گئی اور تھک کارا حاصل کر لیتا ہے، کیا عورت اس بات کو پسند کرتی ہے اور کیا کسی حال میں عورت علاحدگی کے لئے تیار نہیں بعض مواقع ایسے بھی آسکتے ہیں کہ طلاق دینے کی ضرورت ایسے حالات میں پیش آجائے کہ دو ماہ کا انتظار بھی قابل عمل نہ ہو ایسی صورت میں شریعت کی طرف سے تینوں طلاقیں ایک ساتھ دینے کی بھی اجازت دی گئی ہے لیکن اس کو بہت بُرا قرار دیا گیا ہے اور ناپسند کیا گیا ہے بلکہ اسلامی قانون کے بعض ماہرین نے اس کو ناجائز بھی قرار دیا ہے لیکن بلاشبہ ایسی صورت پیش آسکتی ہے اور اس کے لئے گنجائش کا ہونا ضرورت کا..... کا حافا رکھنا ہے، لہذا شریعت اسلامی کے

اکثر ائمہ نے اس کی گنجائش اور یہ عمل شریعت کے حکم کے مطابق تسلیم کیا ہے۔ شریعت میں طلاق دینے کا حق مرد کو دیا گیا ہے بعض نادان واقف لوگ کہتے ہیں کہ اس میں عورت کے ساتھ انصاف نہیں عورت کو بھی حق ہونا چاہئے حالانکہ یہ خیال بہت سلیبی ہے کیونکہ شوہر بیوی دونوں کی حیثیت علامہ علاحدہ ہے مثلاً یہ کہ زوجیت کا تعلق قائم ہونے میں سب مصارف اور بوجھ مرد پر ڈالا گیا عورت پر ایک جرم بھی خرچ نہیں ڈالا گیا اس لئے طلاق کی صورت میں سارا نقصان مرد کا ہوتا ہے عورت کا کوئی نقصان نہیں ہوتا وہ تو اپنے مہر کی رقم اور اپنی ملکیت کا سارا سامان لے کر اپنے باپ یا بھائی کے پاس واپس آجائے گی اور اگر اس کے پیٹ میں بچہ ہے تو بچہ کی ولادت تک بلکہ اس کے بعد دو سال یعنی دودھ پھرانے تک وہ اپنا سارا خرچہ مرد سے لیتی رہے گی، دودھ پھرانے کے بعد بھی بچوں کی پرورش کے مصارف وصول کرے گی، اگر بچہ نہیں ہے تو عورت عدت کی مدت تک خرچہ مرد سے لے گی۔ اور عدت کے بعد وہ اپنی نئی زوجیت قائم کرنے کے لئے بغیر کسی زائد بوجھ کے اپنا نیا پروگرام بنائے گی اور اسلامی شریعت میں اور مسلمانوں کی سوسائٹی میں دوسری شادی مذہب میں بھی نہیں سمجھی جاتی اس لئے عورت کو اس سلسلہ میں کوئی پریشانی نہیں البتہ مرد طلاق دینے کے بعد جب دوسری شادی کرے گا، تو پہلی شادی کی طرح اس دوسری شادی کے سارے مصارف اس کو دوبارہ کرنے ہوں گے، اور عورت دوسری شادی کرے گی تو بلا ادنیٰ مصارف کے دوسرے شوہر کی..... بیوی بنے گی اور اس کو اس نئی جگہ بھی وہ تمام حقوق حاصل ہو جائیں گے جو پہلے شوہر کے یہاں حاصل تھے، تو پھر یہ طلاق دینے میں حلال کو نقصان پہنچتا ہے، اور اس کو نہیں پہنچتا، اگر عورت کو طلاق دینے کا حق مرد کی طرح یا مرد کے بجائے عورت کو دیا جائے تو کتنی عورتیں ہوں گی جو اس کو کاروبار اور تجارت بنا لیں گی کہ ایک

شادی کی جب مہر کی ہزاروں کی رقم لے لی اور شوہر کے یہاں کے سارے فوائد بھی حاصل کرنے کو طلاق دے کر دوسرا شوہر کر لیا اور وہاں اسی طرح دولت اٹھانڈا اکٹھا کر لے، پھر اس کو چھوڑ کر تیسرے کے پاس باسانی چلی جائے گی کیونکہ عورت کو طلاق کا فیصلہ کرنے میں کوئی بوجھ یا دشواری تو ہوگی نہیں، لیکن مرد طلاق دینے کے وقت... یہ سوچے گا کہ اس کے نتیجے میں اس پر کیا بوجھ پڑ رہا ہے اور کیا نقصانات ہو رہے ہیں شادی کرنے میں جو مصارف ہوئے وہ ضائع گئے مہر کی رقم جو بیوی کو تاحیات اپنے پاس رکھنے کے لئے صرف کی وہ بھی ہاتھ سے گئی اور دو سال زوجیت جو کچھ بیوی پر خرچ کیا گیا اور اس کو دینا پڑا وہ بھی گیا، اب نئی بیوی کس نے پریر سب خرچہ دوبارہ کرنے ہے، تو کیا یہ عقل کی بات نہیں کہ طلاق دینے کا حق اسی کو ملنا چاہئے جس کو فیصلہ کرنے میں دس بار سوچنا پڑے، اب رہا یہ کہ بعض حالات ایسے ہو سکتے ہیں کہ مرد طلاق نہیں دے رہا ہے اور عورت پریشان ہے اور وہ مرد کے ساتھ گزارا نہیں کر سکتی تو اس کے لئے شریعت نے ضلع کی صورت رکھ دی ہے کہ وہ قاضی کے یہاں شکایت کر کے مرد سے طلاق حاصل کرے، قاضی حالات کا جائزہ لے کر مرد سے طلاق دوا لے گا یہ سب سہولتیں اور گنجائشیں اور پابندیاں شریعت نے رکھی ہیں اس میں دونوں کے لئے انصاف ہے کہیں کسی کے حق کا نقصان نہیں بلکہ کچھ لوگ اس پر عمل نہیں کرتے تو اس میں شریعت اسلامی کا کیا قصور ہے اور مسلم معاشرہ میں ان باتوں پر پورا عمل نہ کرنے کے باوجود ایک حد تک عمل کیا جاتا ہے اور اس سے خاصا فائدہ ہے مسلمانوں کے متعلق بدگمانی جو کہ اس وقت عمداً پھیلائی گئی ہے اس سے غیر جانبدار ہو کر جائزہ لیا جائے تو پتہ چلے گا کہ اس میں پروپیگنڈے کا اثر بھی ہے ورنہ مسلمانوں کا معاشرہ نکاح و طلاق کے سلسلہ میں دوسرے معاشروں سے اب بھی خاصا بہتر ہے۔ اس میں مساوات اور پھردی کی مثالیں زیادہ ملیں گی اور وہ تلخی اور پریشانی بہت

کم ملے گی جو دوسرے معاشروں میں پائی جاتی ہے اگر عدل و انصاف کے ساتھ مطالعہ کیا جائے اور موازنہ کیا جائے انفسوس کی بات ہے کہ بعض جدید تعلیم یافتہ مسلمان عورتیں بھی مخالفین اسلام کے پروپیگنڈے کے اثر سے بے سمجھے لگتی ہیں کہ واقعی اسلام میں ظلم ہے یہ عورتیں پوری نکمھی مزدور ہیں لیکن شریعت کا علم نہیں رکھتی ہیں ان کا حال اسی طرح کا ہے کہ کوئی شخص سائنس کا علم رکھتا ہو اور مسئلہ آجائے قانون کی بعض دفعات کا اور وہ بغیر ان دفعات کو پڑھے ہوئے یا اس کے ماہرین سے دریافت کئے بغیر اپنے کو اس کا اقتدار سمجھے کہ وہ قانون کی کسی دفعہ پر جو رائے چاہے قائم کر سکتا ہے، چاہے یہ کہ جو شخص جس چیز کا علم رکھتا ہے وہ اس کے بارے میں رائے دے وہ دوسرے علم رکھتا ہے اس کے بارے میں کیسے رائے دے سکتا ہے، اسی طرح اگر کسی سوسائٹی میں کسی ملک میں دستور اور ضابطوں پر عمل نہ کیا جا رہا ہو اور لوگ من مانی کر رہے ہوں تو پھر دستور کو برا کہنا کوئی عقل کی یا پسندیدہ بات نہیں ہو سکتی کیا اس وقت ہندوستان میں جو فرقہ وارانہ مذہبیت اگھیری ہوتی ہے، فساد ہوتے ہیں گھر جلائے جاتے ہیں، رشوت عام ہے، شخص قانونی حق کی بنا پر کام نہیں کیا جاتا بلکہ رشوت سے کر پوتلے تو کیا اس بنا پر ہندوستان کے دستور کی خرابی بتائی جائے گی۔ اس وقت ہمارے ملک اور دنیا میں کیا کیا لافانویت ہے معاشرے میں کس قدر بگاڑ آچکا ہے سب کسمپاسی زندگی گزار رہے ہیں اور ایک دوسرے پر ظلم کر رہے ہیں، یہ ایسے حالات ہیں کہ اس میں مذہب پر اعتراض کرنے پر محنت کرنا اور معاشرہ میں سنگین برائیوں کی کوئی فکر نہ کرنا کون سی معقول بات ہے لیکن انفسوس یہ ہے کہ کوئی یہ نہیں دیکھ رہا ہے کہ ملک اخلاقی انارکی اور تہذیبی بربادی کی راہ پر جا رہا ہے حیا و اعتقاد کا جن ختم ہو رہا ہے خود غرضی اور نفس پرستی عام ہو گئی ہے دھوکہ اور جھالائی کا دور دورہ ہے اعلیٰ مال عفا ہوتا جا رہا ہے اور ڈپٹی کیٹ کا بھی ڈپٹی کیٹ

کے اشرار نے اس کی گنجائش اور یہ عمل شریعت کے حکم کے مطابق تسلیم کیا ہے۔ شریعت میں طلاق دینے کا حق مرد کو دیا گیا ہے بعض نادان واقف لوگ کہتے ہیں کہ اس میں عورت کے ساتھ انصاف نہیں عورت کو بھی حق ہونا چاہئے حالانکہ یہ خیال بہت سلیبی ہے کیونکہ شوہر بیوی دونوں کی حیثیت علامہ علاحدہ ہے مثلاً یہ کہ زوجیت کا تعلق قائم ہونے میں سب مصارف اور بوجھ مرد پر ڈالا گیا عورت پر ایک جرم بھی خرچ نہیں ڈالا گیا اس لئے طلاق کی صورت میں سارا نقصان مرد کا ہوتا ہے عورت کا کوئی نقصان نہیں ہوتا وہ تو اپنے مہر کی رقم اور اپنی ملکیت کا سارا سامان لے کر اپنے باپ یا بھائی کے پاس واپس آجائے گی اور اگر اس کے پیٹ میں بچہ ہے تو بچہ کی ولادت تک بلکہ اس کے بعد دو سال یعنی دودھ پھرانے تک وہ اپنا سارا خرچہ مرد سے لیتی رہے گی، دودھ پھرانے کے بعد بھی بچوں کی پرورش کے مصارف وصول کرے گی، اگر بچہ نہیں ہے تو عورت عدت کی مدت تک خرچہ مرد سے لے گی۔ اور عدت کے بعد وہ اپنی نئی زوجیت قائم کرنے کے لئے بغیر کسی زائد بوجھ کے اپنا نیا پروگرام بنائے گی اور اسلامی شریعت میں اور مسلمانوں کی سوسائٹی میں دوسری شادی مذہب میں بھی نہیں سمجھی جاتی اس لئے عورت کو اس سلسلہ میں کوئی پریشانی نہیں البتہ مرد طلاق دینے کے بعد جب دوسری شادی کرے گا، تو پہلی شادی کی طرح اس دوسری شادی کے سارے مصارف اس کو دوبارہ کرنے ہوں گے، اور عورت دوسری شادی کرے گی تو بلا ادنیٰ مصارف کے دوسرے شوہر کی..... بیوی بنے گی اور اس کو اس نئی جگہ بھی وہ تمام حقوق حاصل ہو جائیں گے جو پہلے شوہر کے یہاں حاصل تھے، تو پھر یہ طلاق دینے میں حلال کو نقصان پہنچتا ہے، اور اس کو نہیں پہنچتا، اگر عورت کو طلاق دینے کا حق مرد کی طرح یا مرد کے بجائے عورت کو دیا جائے تو کتنی عورتیں ہوں گی جو اس کو کاروبار اور تجارت بنا لیں گی کہ ایک

# وقت کی سب سے نایاب سبب جس مردان کا اور مخلص عاملین

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسینی ندوی

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی سے مدظلہ العالی نے مولانا سید محمد تقی صاحب کے حادثہ وفات پر پیر پڑھ سو زور پراز معلومات تقریر فرماتے تھے جس میں مولانا سید محمد تقی صاحب کے ساتھ مولانا مدظلہ کی محبت و شفقت اعتماد و تعلق اور مرحوم کے اخلاص و لگن کے ساتھ تراویح و نماز کی کاپیاس بہنے کر کام کی دین کے ایک قابل تقلید مثال سنانے آئے ہے چونکہ یہ تقریر بے نقل نہیں ہو سکتی تھی یہ سواد سے ان کے سید فرزند عزیز سید حسن سلمہ کے لیے مقدر تھے انھوں نے ٹیپنگ کرنے کے بذریعہ نیکو رائے سے بھیجا اس لیے تاخیر کے ساتھ شائع ہو رہا ہے اس لئے اس لئے ضروری ہے کہ اس میں تازگی کے لیے بڑا سہن ہے حضرت مولانا کی تقریر تقریر دارالعلوم کی سوگوار فضا میں طلباء و اساتذہ کے سامنے سجد میں پڑھا جو بھانج بھری تھی۔ (ادارہ)

حمد و صلوة کے بعد:

میرے رفقاءے کار اور عزیزو!

آپ کو معلوم ہے کہ کئی تنظیموں سے وابستگی اور اداروں سے تعلق کی بنیاد پر مجھے مختلف مومنات پر تقریریں کرنی پڑتی ہیں، لیکن میں آپ کے سامنے اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ سب سے مشکل موضوع تعزیت کا موضوع ہے اس کا تعلق انسان کے تعلقات سے ہے، قلب سے ہے، دماغ ہی سے نہیں قلب سے بھی ہے اور خاص طور پر تعزیت ہی ایک ایسی شخصیت کی جس سے عزیزان، روحانی اور خاندانی تعلق ہوا اور تعلق بھی ایک دو برس، دس بیس برس کا نہیں بلکہ دو ڈھائی سو برس کا ہو۔

آپ میں سے بہت کم لوگوں کو معلوم ہو گا کہ مولانا تقی صاحب (اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند کرے) ان کا تعلق مولانا سید جعفر علی صاحب نقوی بستوی کے خاندان سے تھا وہ ان کے احتفاد میں تھے۔

مولانا سید جعفر علی صاحب حضرت سید احمد

احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خاص رفقا، رفقا، دعوت اور رفقاءے جہاد میں سے تھے، وہ جب سرحد میں گئے جہاں حضرت سید صاحب کا قیام تھا تو سید صاحب نے باہر نکل کر ان کا استقبال کیا اور بڑی گرمجوشی سے ملے اور وہاں جانے سے پہلے بھائیوں میں ایک مقابلہ سا تھا کہ کون جائے، پھر معاملہ دائرین پر چھوڑا گیا۔ مولانا سید جعفر علی صاحب کا انتخاب ہوا۔ اس کے لیے اور وہ جہاد کے لیے روانہ ہوئے۔ جب سید صاحب کی قیام گاہ کے قریب پہنچے تو سید صاحب نے باہر نکل کر ان کا استقبال فرمایا اور بہت خوشی کا اظہار فرمایا۔ اور پھر ہمارے یہاں ہمارے خاندان کی رائے بریلی کی خیریت پوچھی اور فرمایا آپ خود گئے تھے یا معلوم ہوا کہا نہیں معلوم ہوا پھر وہاں سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معتمد خاص رہے اور حالات میں آتا ہے کہ ایک شعبہ غالباً خط و کتابت کا شعبہ حضرت سید صاحب نے مولانا سید جعفر علی صاحب کے سپرد فرمادیا۔

اللہ تعالیٰ کو مولانا سید جعفر علی صاحب سے

کام لینا تھا اس لیے شہداء میں ان کا نام نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے شہادت کے بجائے سعادت مقدر فرمائی تھی اور دعوت کا کام مقدر فرمایا تھا چنانچہ وہ ہندوستان واپس ہوئے اور انھوں نے ایسے وسیع پیمانہ پر برادر عمیق اور موثر انداز سے دعوت کا کام کیا کہ جس سے زندگیوں میں تبدیلی آگئی اور بستی سے لے کر نیپال کی سرحد تک اور نیپال کی سرحد سے بھی آگے مدارس قائم کئے اور عقائد کو اصلاح ہوئی، رسوم کی اصلاح ہوئی اور اخلاق کو اصلاح ہوئی۔ اور بالکل ایک انقلاب آگیا جس کو ابھی تک ضلع بستی اور اس کے آس پاس کی بستیوں کے لوگ یاد کرتے ہیں۔ بہار کی سرحد پر ایک مدرسہ ہے جو ان کا قائم کیا ہوا ہے اور اس کا اندازہ کے ساتھ الحاق ہے۔

پھر انھوں نے حضرت کی شہادت کے بعد لوگ کا سفر بھی کیا جہاں حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاص متعلقین تھے اور اہل خاندان کا بڑا حصہ وہاں موجود تھا۔ اور کتاب لکھی: صر منظورہ السعداء و فاحوال الغزاة و الشهداء جو ہمارے کتب خانہ کی زینت ہے اور سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے معتمد ترین ماخذ میں سے ہے۔

سید صاحب کے حالات میں دو کتابیں ہیں جو سب سے زیادہ معتبر ہیں اور گویا معاصرین اور رفقاء کی ہیں، ایک منظورہ السعداء و فاحوال الغزاة و الشهداء، مولانا سید جعفر علی صاحب کی اور دوسری وقائع احمدی شیخ محمد علی کی جو نواب زبیر الدوین نے لکھوائی تھی جو دالی سلطنت تھے۔ نواب صاحب سید صاحب کے جو رفقاء ہندوستان جہاد سے زندہ سلا واپس آئے انھوں نے ان سے درخواست کی کہ آپ لوگ روزانہ بیٹھ کر حضرت کے حالات اور ان کے بارے میں معلومات بیان کریں۔ املا کر یا لکھ کر

اور ایک جماعت رکھنے والوں کی مقرر کیا جو اس کو لکھے۔ وقائع احمدی کچھ تو ہمارے تعلق کی وجہ سے اور پھر مولانا تقی صاحب کی دلچسپی اور ان کے وابستگی کی وجہ سے وہ بھی کتب خانہ میں آگئی جو ہمارے خاندان میں محفوظ تھی اور بالکل گھر کی چیز سمجھی جاتی تھی یہ تعلق اتنا مستحکم ہے کہ جن لوگوں کو اس کا تجربہ نہیں ہوا وہ اس کا اندازہ ہی نہیں کر سکتے کہ سید صاحب سے بیعت، دعوت اور مقصد کا تعلق رکھنے والوں کو سید صاحب کی ذات سے سید صاحب کے خاندان سے کیا تعلق ہوا اس کا اندازہ کوئی ایسا شخص نہیں کر سکتا جس نے تجربہ نہیں کیا۔ ان لوگوں کو دیکھا نہیں جن لوگوں کو سید صاحب کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کا موقع مل گیا۔ اور ان کے دامن سے وابستہ ہونے کا ان کی حالت یہ تھی کہ وہ شمع کے پروانے بن گئے۔ اور وہ آخر وقت تک بالکل دم آخر تک بلکہ آخری سانس تک ان کا دم بھرتے رہے اور اس پر فخر کرتے رہے اور اسے اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھتے رہے۔

مولانا تقی صاحب سے ہمارا تعلق اس وقت ہوا جب وہ مظاہر علوم میں پڑھتے تھے اور ہمارے عزیز بھانجے مولوی محمد ثانی مرحوم (جو جہنم دارالعلوم مولانا محمد رابع کے بڑے بھائی تھے) غالباً ان کے ہم سبق تھے یا ہم زمانہ تھے بہر حال ہم نے دونوں کو ساتھ دیکھا اور دونوں میں روحانی اور خاندانی تعلق کی بنا پر ..... اخوت پیدا ہو گئی تھی ایک عقیدہ مندانا تعلق پیدا ہو گیا تھا پھر اس کے بعد وہ یہاں آگئے اور ملتے رہے اور اس تعلق کو انھوں نے قائم رکھا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا موقع عطا فرمایا اور اس کی توفیق دی کہ وہ یہاں آکر اپنی زندگی اس ادارہ کے لیے وقف کر دیں۔ وہ یہاں آئے۔ ابتدا میں مدرسہ ہے پھر کتب خانہ کے لیے ان کا انتخاب ہوا، اور جیسا کہ

مولوی محمد رابع نے ابھی بیان کیا اور ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں، شہادت دیتے ہیں کہ کتب خانہ سے انھیں تعلق کتب خانہ کا نہیں گھرانہ جیسا تھا۔ ایک عزیز امانت کا تعلق تھا کہ وہ اس کو ہر طرح سے ترقی دیتے تھے اور اس میں قیمتی چیزیں اور پیش قیمت مسودات اور نایاب کتابیں جو کہ ہندوستان میں عام طور پر نہیں ملتیں۔ ان کو ہتیا کرنے میں ان کا خاص دخل تھا۔ کتب خانہ نے جو ترقی ان کے دور میں کی وہ اس سے پہلے اس کو نصیب نہیں ہوئی انھیں کے زمانہ میں یہ عمارت بنی۔

جب انھوں نے کتب خانہ کی ذمہ داری سنبھالی اس وقت سے اگر آپ مقابلہ کریں کیت کے لحاظ سے بھی اور کیفیت کے لحاظ سے بھی تو آپ کو بہت بڑا فرق معلوم ہو گا کہ پہلے کتب خانہ کی وسعت کیا تھی اس میں کتابوں کی تعداد کیا تھی اور اب تعداد کیا ہے اور صرف تعداد ہی نہیں بلکہ وہ بنیادی کتابیں جن کا کتب خانہ میں ہونا بہت ضروری تھا اور بعض کتابیں تو ایسی ہیں کہ ہندوستان میں ان کا بس نام ہی نام تھا کسی نے دیکھا بھی نہیں تھا یا ان کے نئے ایڈیشن شائع ہوئے تھے تحقیق کے ساتھ اور تجزیہ کے ساتھ اور تعلق کے ساتھ اس کو کتب خانہ کے لیے ہتیا کرنا اور حفاظت سے رکھنا تاکہ اساتذہ اور مدرسین پھر طلباء ان سے فائدہ اٹھائیں۔

کسی کتب خانہ یا کسی ذخیرہ کتب کے لیے سب سے زیادہ بیش قیمت اور سب سے زیادہ مغزری چیز یہ ہے کہ وہاں اہم کتابیں جو ماخذ کا درجہ رکھتی ہیں، وہ وہاں جتیا ہوں اس سے بڑھ کر کتب خانہ کے لیے جگہ کا ہونا اور اس کے لیے بڑی عمارت کا ہونا اور نہ روشنی کا انتظام اور نہ ہوا کا انتظام کوئی چیز اتنی اہم نہیں جتنی یہ بات اور یہ بات وہی کر سکتا ہے جس کو اللہ نے علم بھی دیا ہو، اور ہمدردی بھی دی اور امانت کا احساس بھی دیا ہو۔

ذمہ داری کا احساس دیا ہو تو مولانا تقی صاحب نے کتب خانہ کو گویا مال مال کر دیا اور چونکہ مجھے ذرا انہ حقیقت سے بھی ایک تعلق تھا اس لیے معلوم ہوتا رہتا تھا کہ اب انھوں نے فلاں جگہ سے کتابیں منگوائی ہیں اب انھوں نے حجاز سے اپنے فرزند کے ذریعہ (اللہ ان کے علم و عمر میں برکت دے)..... سے یا اور احباب کے ذریعہ سے یا ندوہ کے فضلاء کے ذریعہ سے انھوں نے کتابیں ہتیا کیں۔

پھر اس کے بعد ان کے اندر اللہ تعالیٰ نے تواضع سلائی اور جو خاندانی خصوصیات ہوتی ہیں عالی نشی کی جو خصوصیات ہیں موروثی، وہ سب ان کے اندر پیدا کر دی تھیں۔ دین کی خدمت کا ایک شوق اور صحیح مقصد کے لیے محنت اور جفا کشی۔ ابھی گیلرت میں مسلم پرسنل لا بورڈ کا جلسہ ہوا۔ بورڈ کا بار ہوا اس اجلاس وہ بورڈ کی پوری تاریخ میں سب سے زیادہ کامیاب اور پراز دعا اہم اس تھا، اس میں بہت بڑا حصہ اور دخل مولانا تقی صاحب کی کوشش کا تھا دو تین مرتبہ انھوں نے گجرات کا سفر کیا اور گجرات کے لوگ اس بات کی شہادت دیتے ہیں میں نے خود اپنے کانوں سے سنا اور اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ لوگ ان کی طرف منسوب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اس جلسہ کی کامیابی میں مولانا تقی صاحب کا بڑا دخل ہے۔ وہ خود بار بار آگئے اور یہاں سے جو لوگ مفید ہو سکتے تھے مولوی عبدالقادر گجراتی، مولوی سلمان اور مولوی خالد غازی پوری خاص طور سے ان تین حضرات کو وہ لے گئے۔ اور ان کا دورہ کرایا زمین تیار کی اور ایسا جلسہ بھی اس کی مسلم پرسنل لا بورڈ کی تاریخ میں اب تک نظیر نہیں ملتی۔ میں خود اس میں شریک تھا اس کے بعد گجرات کا ایک دورہ بھی کیا۔ وہ چونکہ دارالعلوم کے کام سے گجرات جایا کرتے تھے اس لیے وہاں سے بہت واقف تھے وہاں کون سا مدرسہ ہے یا کتنے مدرسے ہیں یہ تو بہت سے لوگ جان سکتے ہیں

مگر اذ میں کون کس حیثیت کا ہے۔ کس مرتبہ کا ہے اور وہاں کے لوگوں کو اس سے کتنا تعلق ہے اور اس پر کتنا اعتماد ہے اور کتنا فخر ہو سکتا ہے۔ یہ بات وہی جان سکتا ہے جو کچھ دن رہے اور اللہ نے اسے شعور بھی عطا کیا ہو اور سلیقہ بھی عطا کیا ہو اور تجربہ بھی اور پھر اس کی فکر بھی۔

تو انھوں نے وعدہ کر لیا تھا بعض مدارس اور اداروں سے لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ وقت تنگ ہے اور میری صحت بھی متحمل نہیں تو انھوں نے ایک نو کو حذف کیا لیکن کچھ ان کے مفاد اور کچھ دینی مفاد اور کچھ مسلم پرسنل لا بورڈ کے مفاد میں اور کچھ اس تعلق کی بنا پر جو ہم سے رکھتے تھے ان کی خواہش تھی کہ خواہ توڑی دیر کے لیے جایا جائے لیکن بعض مدرسوں اور مراکز میں مضور جایا جائے چنانچہ پانچ چھ مراکز جن کا ذکر تفصیل کے ساتھ انشاء اللہ کارولون زندگی کی چھٹی جلد میں آئے گا کہ وہ کہاں کہاں لے گئے۔ ترکیسر کنتھاریہ اور مختلف مقامات پہلے لگے۔ کہیں بنیادیں رکھوائیں، کہیں خطاب کروایا، کہیں راست گذاری اس کے بعد سورت آئے۔ اور پھر سورت میں انھیں کے مشورہ اور ان کی دلچسپی کی بنا پر اور عقیدت کی بنا پر مفتی عبدالرحیم لاپوری کی خدمت میں حاضری ہوئی وہ بڑی قیمتی ملاقات تھی پھر وہ ہمارے ساتھ پہنچی آئے اور بہت سے سہراں کی واپسی لکھنؤ ہوئی۔

ان کی محنت اور کوشش کا احساس پورا پورا مولانا نظام الدین صاحب جو مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سیکریٹری ہیں انھیں اس کا بہت احساس ہے، ایک سے زائد مرتبہ مجھ سے ذکر کر چکے ہیں، شکر یہ ادا کر چکے ہیں اور انھیں اندازہ ہے، ان کا مثیلی فون بھی آیا مگر ابھی براہ راست ہم سے بات نہیں ہوئی ان کو بڑا خدمت ہو گا اور ان کے دل پر اس کا اثر بڑے گا۔ اس لیے کہ ان کو پورا پورا احساس و اعتراف تھا کہ جلسہ کسے کامیابی میں مولانا مفتی صاحب کا بڑا حصہ تھا۔

ایک تو یہ ہے کہ سب سے بڑی نایاب جنس جو ہے وہ اس وقت مردان کار کی ناملین کی اور نخلین کی سب کچھ جیتا ہو سکتا ہے۔ آپ انجن بنائیں چاہیں تو پانچ سو ممبر ہو جائیں آپ چاہیں تو ہزار دو ہزار اور چند ہزار اس کے ممبر ہو جائیں۔ سیاسی جماعتوں کو دیکھ لیجئے اور بھی بہت سے

کلب ہیں، اور بہت ساری آرگنائزیشن ہیں کہ ان کو ممبر حاصل کرنے میں کوئی وقت نہیں لیکن کسی ادارہ کو کسی دینی مقصد کو کسی منصوبہ کو کسی مخلصانہ اور داعیانہ منصوبہ کو اپنے فکر کے آدمی مل جائیں جن کو اس کی دھن لگی ہو اور ان کے دل و دماغ پر جبریز سوار اور بیوسٹ ہو جائے وہ بالکل ایک عتقا چیز بن چکے ہیں کہ جیسے عتقا کا ملنا ضرب المثل بن گیا ہے۔ اس طرح ایسے لوگوں کا ملنا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے عتقا کی صورت میں، ہمیں ایک مرد کار، مرد کامل، مخلص مرد کار عطا کیا تھا۔ اللہ کو چیز تھی اس نے دی تھی اس نے اٹھا لیا۔ اللہ تعالیٰ مالک ہے اور قادر ہے اور حقیقی مالک ہی ہے اور بہر حال اس کا فیصلہ ہر چیز سے قیمتی ہے اب اس سے زیادہ ہم کیا کہیں۔ کہ ہمارے جھوٹے سے علمی و دینی خاندان کا ایک عزیز فدا ایک رکن ایک واقع رکن ہم سے جدا ہو گیا۔ ہم اس پر اپنے سے خود تعزیت کرتے ہیں آپ سے بھی تعزیت کرتے ہیں اور ایک طرح سے ہم دینی کاموں سے اور دینی ادارہ سے تعزیت کرتے ہیں اور اللہ سے دعا کرتے ہیں اور آپ سے ہماری مخلصانہ درخواست ہے کہ آپ ان کو اپنے دعاؤں میں یاد رکھیں اور انھیں ایصالِ ثواب بھی کریں اور ان کو یہاں سے جانے کے بعد بھی یاد رکھیں جب کبھی یاد آجائیں دعا کر لیا کریں اور ایصالِ ثواب کر دیا کریں کہ یہی ایک مسلمان کا تحفہ و دستے کے لیے ہے اس سے بڑھ کر تعزیت ہے نہ شامسری آ

اور نہ کسی اور طرح سے اس کا اعتراف ہے اور ان کا شکر یہ ہے، سب قیمتی چیز ہی ہے کہ آپ اپنے کے لیے دعا کریں اور ایصالِ ثواب کریں۔ اس سے خود آپ کو بھی فائدہ ہو گا۔ اللہ آپ کو اس کی توفیق دے گا تو آپ کی توفیق میں امانہ کرے گا اور آپ کے کام بھی لے گا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔



**بہت سی توفیقیں تعمیر حیات سے**  
بہت سی توفیقیں تعمیر حیات سے گذارش ہے کہ تعمیر حیات کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدنے کے سلسلہ میں ذیل کے تیرہ پیرا بط قائم کریں۔ وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔



**ALA UDDIN TEA**  
Tea Merchants

44, Haji Building,  
S. V. Patel Road, Null bazaar, Bombay-400 003.  
Tele. : Add Cupkelle Tel. : 3762220/3728708  
Tel. (R) 3095852

۲۳ نمبر اور ۱۲ نمبر کی اسپیشل چائے حاصل کیجئے۔

# رواق عبدالحی کا افتتاح

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے احاطہ میں ایک نئے دارالاقامہ کا افتتاح ۹ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ مطابق ۲۸ اپریل ۱۹۷۶ء عمل میں آیا۔ اس تقریب میں طلبہ و اساتذہ دارالعلوم اودھ شہر کے متعدد ایمان نے شرکت کی۔ اور کاغذ مطبوعہ سے مولانا نور الحسن راشد کا نڈھولی اور اجراڑھ سے مولانا حکیم عبداللہ المغیشی ہتم جاموہ اسلامیہ نے اس تقریب میں حصہ لیا۔ افتتاح کی کوئی موجود رسم نہیں ادا کی گئی عمارت کی دوسری منزل میں دارالمطالعہ میں جہانوں اور اساتذہ کے ساتھ حضرت ناظم ندوۃ العلماء مولانا سید ابوالحسن علی الحسنی ندوی مدظلہ تشریف لے جا کر دعا کی، دعا کے درمیان خشوع اور یکسوئی کا روحانی منظر قابل دید تھا۔

مغرب سے پہلے کارکنان ندوہ کی طرف سے ایک عصرانہ دیا گیا اور نماز مغرب کے بعد رواق اطہر کے سامنے لان پر ایک جلسہ ہوا۔ ایک بہت ہی سادہ لیکن انتہائی دلکش اور جاذب دل و نظر ہرزم آرا سہ ہو گئی۔ طلبہ بلا تکلف سنبہ زار پر بیٹھ گئے کچھ کرسیاں جہانوں اور اساتذہ کے لیے بچھا دی گئی تھیں ایک مختصر صاڈا اس بھی تیار کر لیا گیا تھا جس پر میر کاروان قبیلہ دیدہ و دل حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی دامت برکاتہم جلوه افروز ہوئے ان کے دائیں بائیں ندوہ کے اعلیٰ ذر دار اور وہ جہانان کرام جن کو اس موقع پر خطاب کرنا یا کوئی مقالہ پڑھنا تھا تشریف فرما تھے۔

معتد تعلیم مولانا مفتی عبداللہ عباس ندوی مدظلہ نے نظامت جلسہ کی خدمت خود انجام دی تلاوت و ترانہ حمد کے بعد مولانا نے تمہید و تعارف کے طویل

دارالعلوم کی طرف سے طلبہ علوم دین کا جو رجوع عام ہے تعلیم گاہ اور اقامت گاہ دونوں میں وسعت کی ضرورت ہے۔ ہر سال ہزاروں کی تعداد میں درخواستیں آتی ہیں اور ان سے موزرت کی جاتی ہے۔ لیکن مطبوعہ مدارس سے جو طلبہ آتے ہیں ان کو قبول کرنے کے ہم اختلافاً اور ضابطہ کی رو سے پابند ہیں مگر ان کے لیے بھی یہاں اتانت گاہیں ناکافی ہیں بیرون ملک اور خاص طور پر عرب ممالک کے طلبہ کو ہم قبول نہیں کر سکتے کیوں کہ ان کے لیے متوسط درجہ کا دارالاقامہ نہیں بنا سکتے جو عصری درسگاہوں کے دارالاقامہ کے طرز پر ہو یعنی ہر طالب علم کے لیے ایک مختصر لیکن علیحدہ کمرہ، کئی سال کی جدوجہد کے بعد اہل خیر کی مدد سے ایک نیا دارالاقامہ تیار ہوا ہے جس کا آج افتتاح عمل میں آیا جب یہ دارالاقامہ تیار ہو چکا تو اس کے لیے کوئی نام بھی ہونا چاہیے تھا۔ اس وقت تک جو دارالاقامہ یہاں ہیں ان کے نام ندوہ کے محسنوں اور باغیوں کے نام سے موسوم ہیں، حضرت مولانا فضل الرحمن گنج کے مراد آبادی اور ان کے خلیفہ اول اور بانی ندوۃ العلماء مولانا محمد علی موگییری رحمانی کے نام پر ایک دارالاقامہ ہے، مدظلہ شہلی نعمانی علیہ الرحمہ کے نام پر ایک دارالاقامہ ہے جو سب سے قدیم اقامت گاہ ہے، حضرت مولانا سید سلیمان ندوی کے نام سے ایک دارالاقامہ موسوم ہے۔ دارالاقامہ جس کے سامنے لان پر آپ تشریف فرما ہیں یہ منشی اطہر علی صاحب رئیس کا کوری مرحوم کے نام پر ہے یہ وہ نام ہے جس کو تاریخ کا منظر فراموش کر چکا تھا۔ حالانکہ یہ وہ بزرگ ہیں جن کی بدولت ندوہ کا مستقر

لکھنؤ قرار پایا۔ ان کی مالی مدد سے ندوہ کا مدرسہ یہاں قائم ہوا۔ اور جن کے ذریعہ ندوہ کا شہرہ حرین تشریف لکھنؤ پہنچا مگر سو برس گزر جانے کے بعد وہ لوگ بھی مستم ہو گئے جنکو ندوہ کی اس بنیادی تاریخ کا علم تھا۔ ہمارے مخدوم و مرئی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے اندر اس شان ششاسی اور محسنوں کی خدمات کا اعتراف اور اس کی قدردانی مزاج کا جزو اور طبیعت کا خاصہ ہے اور اس معاملہ میں آپ کا سہارہ بہت نازک گہرا ہے آپ نے حضرت مرحوم منشی اطہر علی کا کوئی نام سے اس وسیع و عریض دارالاقامہ کا نام رواق رحمانی تجویز فرمایا۔ مدظلہ شہلی نعمانی کا ندوہ پر جو احسان ہے اور علمی و تحقیقی ذوق پیدا کرنے میں آپ کا جو کارنامہ ہے ندوہ کو ہلکا گہر شہرت دینے میں آپ کی خدمات کا اعتراف اور اس کی صحیح قدردانی حضرت ولاد مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے کی اور ندوہ کے مرکزی کتب خانہ کی سرنظر عمارت تیار ہوتی تو آپ نے ان کے نام معنون کیا جب یہ نیا ہوسٹل بن کر تیار ہوا تو اس کا نام ندوہ کے ایک بزرگ استاذ مولانا محبوب الرحمن صاحب ازہری نے جو یہاں کے دارالاقاموں کے نگران اعلیٰ ہیں، رواق عبدالحی تجویز کیا مولانا قاضی معین اللہ صاحب نائب ناظم نے تائید کی۔ اور ہم خدام نے اس کو ایک نیا جن تجویز سمجھا اور اس طرح اس ہوسٹل کا نام عبدالحی رکھا گیا حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی علیہ الرحمہ کے احسانات کا کوئی بدلہ نہیں ہے۔ بلکہ ہم سے اس معاملہ میں کوتاہی اور تاخیر ہوئی۔ حضرت مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی کی خدمات کو ندوہ کی تاریخ اگر فراموش کرتی تو یہ ایک بڑا تاریخی جرم ہوتا۔ حضرت مولانا سید عبدالحی نے آج سے ٹھیک سو برس پہلے یعنی ۱۸۹۶ء میں ندوہ کے اس اجلاس میں شرکت کی جو لکھنؤ میں منعقد ہوا تھا اور ان لوگوں میں سے





پاکستان آگئے تھے۔ والدین کی حیات بکریاں ایک پار میں لکھنؤ گیا تو بھائی صاحب نے کسی صاحب کا خط دکھایا جنھوں نے ان کو کراچی آنے کی دعوت دی تھی۔

مجھ سے پوچھا "تمہارا کیا خیال ہے" میں نے کہا "اچھا ہے ہم سب ایک جگہ ہو جائیں گے یہ انھوں نے ناگواری سے کہا "تم نے جواب دیتے وقت ابا اور اماں کا خیال دیکھا" میں شرمندہ ہو گیا۔ یہ حقیقت ہے کہ بھائی صاحب کے علاوہ ہم میں سے کسی نے والدین کی خدمت نہیں کی۔ بھائی صاحب عالم، فاضل، طبیب سب کچھ تھے لیکن جب سنبھل جاتے تھے تو والد صاحب مرحوم کے پاؤں دباتے تھے۔ حتیٰ کہ بھئی بھر دیتے تھے لیکن والد صاحب نے انھیں اس کام سے منع کر دیا تھا۔ اور عام ہونے کے بعد سے وہ بھائی صاحب کو "مولانا اٹھو" کہتے تھے۔ میری والدہ اور بھائی کی بنتی نہیں تھی لیکن بھائی صاحب مرحوم نے دونوں کے حقوق کا ہمیشہ خیال رکھا۔ والد صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد بھائی صاحب نے ہم سب کی اجازت سے مکان اور جائیداد بچی اور ایک ایک پائی کا حساب رکھا اور سارے حصہ داروں کو ان کا حق پہنچایا۔

تین مرتبہ آواز دیئے بغیر کبھی گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے میں نے سنبھلنے میں بھی کبھی دیکھا اور کراچی میں بھی یہی دیکھا۔

میرے لئے یہ بات بڑے سکون کا باعث رہی کہ میرے بیٹے جن کی تعلیم ناٹجیر یا سعودی عرب، انگلینڈ اور امریکہ میں ہوئی ہے بھائی صاحب کا بے حد ادب اور احترام کرتے تھے جو شاید بھائی صاحب کا بے پناہ محبت اور شفقت کا رد عمل تھا۔ مجھ سے تو اپنی اپنی رائے کا اظہار کر لیتے ہیں لیکن بھائی صاحب سے کبھی اختلاف رائے نہیں کیا۔ یہ بھائی صاحب مرحوم کے کردار اور فصاحت کا نتیجہ ہے کہ میرے بیٹوں بیٹوں نے رشوت والے محکموں میں ملازمت سے دامن بچایا۔ میرے چھوٹے بیٹے کمال صدیقی کو بی۔ سی۔ سی۔ آئی

بنک (جواب بند ہو گیا) سے ۲۵ ہزار روپیہ ماہانہ کی پیش کش ہوئی۔ بھائی صاحب کو لے جا کر خط دیا، بھائی صاحب چپ ہو گئے۔ کمال نے کہا "بڑے ابا آپ جانتے ہیں گے تو یہ ملازمت کروں گا ورنہ نہیں کروں گا۔"

بھائی صاحب مرحوم نے کہا "یک دم تم سے نہیں کہتے بولے جھجک رہا تھا اب کہتا ہوں کہ میری مرضی نہیں ہے" کمال نے وہ خط بھاڑ کر ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا۔ بھائی صاحب نے گلے لگا لیا اور خوشی سے رونے لگے۔ اور کہا "انشاء اللہ تم کو اس سے اچھی ملازمت مل جائے گی" اللہ کے فضل سے بھائی صاحب کی زندگی ہی میں کمال کو اس ملازمت سے بہتر ملازمت مل گئی۔

بھائی صاحب مرحوم انتقال سے تین چار سال قبل کئی مرتبہ سخت بیمار ہوئے لیکن چند دنوں کے بعد ٹھیک ہو گئے۔ رمضان کے روزے چھوڑنا نہیں چاہتے تھے لیکن آخری سالوں میں حالت یہ ہو گئی تھی کہ روزہ لکھ کر بے ہوشی کی کئی کیفیت ہو جاتی تھی میرے منع کرنے پر کہتے تھے "معلوم نہیں کس وقت بلا وہ آجائے اس لئے اس وقت کی تیاری کرتے رہنا چاہئے" میں ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا جو مولانا اثرن علی صاحب تھا لوی کے خلیفہ تھے اور بھائی صاحب ان کا اور وہ بھائی صاحب کا بڑا محافظ کرتے تھے ان سے میں نے بھائی صاحب کی حالت بیان کی اور روزہ کی ضد کی شکایت۔ وہ بچارے (اللہ ان کو جنت نصیب کرے) خود تشریف لائے اور بھائی صاحب کو ان کی حالت کے پیش نظر روزہ رکھنے سے منع کیا۔ اس کے بعد سے بھائی صاحب مرحوم دو تین دن بیچ کر کے روزہ رکھنے لگے۔

آخری سال میں بے حد کمزور ہو گئے تھے لیکن مسجد میں ساری نمازیں ادا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ جب مسجد جانے کے لئے گھر سے نکلتے تھے تو گلے کے بچے دوڑ کر ان سے ہاتھ ملاتے تھے اور دعائیں لیتے

تھے۔ مسجد سے واپس بھی نہیں ہوتا تھا۔ جو باتیں انھوں نے اپنے انتقال سے ایک ہفتہ قبل کہنا شروع کر دی تھیں اب ان کو سوچتا ہوں تو یہ خیال ہوتا ہے کہ ان کو اپنا آخری وقت آجانے کا یقین ہو گیا تھا۔ جب بھی کھانا کھانے یا چائے پینے آتے تھے تو کہتے تھے "میرے بعد" فلاں چیز فلاں شخص کو دے دینا۔ آخری دن بتایا "میرا وصیت نامہ فلاں صندوق میں رکھا ہے، اور بہت سی ایسی باتیں ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کو یقین تھا کہ اس کے بعد انھیں گھنگو کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔ آرام سے سونے لیکن اللہ کے مقرر کردہ وقت پر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ ان اللہ وانا الیہ راجعون۔ کسی کو زود کے لئے تکلیف دی نہ علاج کے لئے زحمت دی۔ اللہ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ہم سب کو ان کی نصیحتوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ان کی کئی کتابیں اردو، انگریزی میں شائع ہو چکی ہیں اور دو کتابیں زیر اشاعت ہیں۔ اس کے علاوہ بے شمار مضامین مختلف اخبارات و رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔ میرے منجھلے بھائی ان کے مضامین کی بارگاہ کتبانی شکل میں شائع کرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کی مشہور کتابوں میں نور حیات، نفسیات نظریہ امامت، انہما حقیقت، بجواب خلافت اور ملوکیت، قادیانی فتنہ، BEHIND THE CURTAIN ہیں۔ اسلام کا سیاسی نظام، کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس کتاب کا ایک ایڈیشن کسی نے ان کی بغیر اجازت کچھ رد و بدل کے ساتھ شائع کر دیا جس سے بھائی صاحب کو بہت تکلیف پہنچی۔

**دعائے مغفرت**  
 علیا ادنیٰ شریعہ کے طالب علم خرافت علی انہا لوی کی والدہ محترمہ کا ۱۱ اپریل ۱۹۹۶ء کو ایک طویل علالت کے بعد انتقال ہو گیا۔ جو درنگ شہداء و صوفیوں کی پابند تھیں۔ فارغین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

جناب شعیب صاحب نگرانی

# انگریز

حجاز مقدس سے واپس کے وقت حضرت مولانا مدظلہ کو ۲۴ گھنٹے نظر انداز میں گذارنے لگے جہاں سے مولانا کے مرحوم و محبوبہ دوستہ شیخ التفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا محمد اویس کے بڑے صاحبزادے شعیب صاحب نے اپنا ہماہنے بنا نا با عرشہ ہزار سعادت سے سمجھا، شعیب صاحب نے اپنے اس وقت کے ناشرانے تحریر کئے ہیں جو ہدیہ ناظرین سے ہیں۔

(ادارہ)

خواہش اور تمنا ہے کہ ان چند گھنٹوں کی مولانا کی دنیا کی سعادت مجھ کو نصیب ہو، اور چونکہ آپ حضرت مولانا کے ساتھ اپنے خاندانی تعلقات کا دم بھرتے ہیں اس لئے اس سعادت کے حصول کی ذمہ داری میں آپ کو پہنچانا ہوں، متین بھائی سے بات کر کے ابھی فون رکھا ہی تھا کہ دوبارہ فون کی گھنٹی بجی، اس بار دوسری جانب جدہ سے میرے چھوٹے بھائی "یونس" جن کے نام کے ساتھ اب "ڈاکٹر اور پرو فیسر" لگا ہوا ہے، ان کا بڑا بڑا کام انیس تھا اس نے کہا کہ اچھے ابا ابھی میں مولانا سے مل کر آیا ہوں اور مولانا ہسپتال مدراج صاحب نے کہا ہے کہ میں آپ کو اطلاع کر دوں کہ مولانا کل شام ظہران پہنچ رہے ہیں اور رات ظہران ہو مل میں گذار کر سینچر کی صبح دہلی کے لئے روانہ ہو جائیں گے۔

عمار سے بات کرنے کے بعد میں نے فوراً جدہ جناب نور دینی صاحب کے گھر فون کیا، دوسری جانب سے ہمارے مشفق و محترم استاد مولانا رابع صاحب کی محبت و شفقت سے بھری آواز نے کانوں میں رس گھول دیا میں نے اتنا کہا کہ یہاں ظہران میں میری موجودگی میں سے بچھو آپ لوگوں کا قیام ہو مل

دسمبر جنوری کے ماہ یہاں سعودی عرب کے منظر شرفیہ کے بڑے حسین ماہ ہوتے ہیں، ساون بھادوں کی ایسی بھری گئی ہے کہ کئی کئی دن سورج دیکھنے کو آنکھیں ترس جاتی ہیں، بادلوں سے لدے ہوئے آسمان اور برقی سرد ہواؤں کی وجہ سے درجہ حرارت گر کر چار ڈگری تک پہنچ جاتا ہے مگر ضحکہ اللذوقانی کی ان نعتوں کی وجہ سے نشاط و سرور کا ایک کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ ایسے حسین موسم میں ہم لوگ خیر و برکت اور رحمت حضرت کے ماہ صیام کے استقبال کی تیاریوں میں مصروف تھے قرآن مجید کی آمد آمد تھی کہ جمعرات کی ایک شام کو میرے عزیز دوست اور یہاں کے مشہور تاجر عبد المتین بھٹکی کا فون آیا کہ قبل آپ یہاں کہاں؟ آپ کو شاید یہ اطلاع نہیں ملی کہ حضرت مولانا "عم محرم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی حفظہ اللہ" نے ولادت الاسلامیہ، کل جمعہ کی شام یہاں ظہران تشریف لارہے ہیں اور ظہران انٹرنیشنل ہوٹل میں رات گزار کر سینچر کی صبح دہلی کے لئے روانہ ہو جائیں گے، متین بھائی جو "شاب نشانی عبادۃ اللہ تعالیٰ درجہ اولیہ معلق فی المساجد" کی بیٹی جاتی تصویر ہیں، انھوں نے کہا کہ لیکن میری دلی

یہاں آکر میرے استاد کا جواب تھا کہ قیام کرتے ۱۹ اس پر میرے استاد کا جواب تھا کہ ٹھیک ہے تم جو بھی فیصلہ کرو بہر کیف ہم لوگ کی شام انشاء اللہ ظہران پہنچ رہے ہیں۔ استاد مگر سے جب باتیں ہو رہی تھیں میرے دونوں لڑکے اسرار، عقبہ اور لڑکی نالما انیس گھر سے میری باتیں سن رہے تھے، فون رکھنے کے بعد خوشی و مسرت سے پورا گھر جھوم اٹھا، بچے بار بار مجھ سے پوچھ رہے تھے کہ "ڈیڈی" "دادا" کی پرواز یہاں کس وقت پہنچے گی اور ہر شخص ایئر پورٹ جہانے کے لئے تیار۔ میں نے فوراً متین بھائی کو فون کیا اور "مگرام ہاؤس" جو تین کمرے پر مشتمل ایک فلیٹ سے عبارت ہے اس کے پیش نظر ان کو اطلاع دی کہ وہ جس ضیافت کی سعادت کے حصول کے لئے بے قرار ہیں وہ صرف چند گھنٹوں کے فاصلہ پر ہے میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ چونکہ مولانا حجاز میں اپنی مصروفیتوں کی وجہ سے ٹھک گئے ہیں اور کئی راتوں سے ان کی نیند بھی پوری نہیں ہوتی ہے، اس لئے آپ اس خبر کو صیغہ راز میں رکھیں کیونکہ اگر عقیدت مندوں اور نیاز مندوں کو مولانا کی آمد کی بھگ بھی مل گئی تو آپ کا کئی مشربوں پر مشتمل مہمان بھی ان محبت کے متوالوں کے لئے ناکافی ہو گا کہا جاتا ہے کہ انتظام کے لحاظ بڑے گھنٹوں اور صبر آزمایا ہوا کرتے ہیں اس کا اندازہ اگلے دن یعنی جمعہ کو ہوا صبح بجی سے ہر شخص کی نظر میں بار بار گھڑیوں کی جانب اٹھتی ہیں اور ہر شخص کو ۱۰۔۰۰ کا انتظار تھا کیونکہ یہی وقت جدہ ظہران آنے والی پرواز کا تھا، جو کے دن ام اسلم نے پہلے سے ہی چندا جب اور ان کے اہل خانہ کو عشاء پر مدعو کر رکھا تھا ان اجاب میں میرے ایک عزیز دوست جناب معارج کرمانی لکھنؤی خمر امریکی بھی تھے، میں نے جب ان کو فون کر کے مولانا کی آمد کی اطلاع دی تو وہ خوشی سے جھوم اٹھے۔

اور کہنے لگے کہ شیب صاحب کیا آپ تم کو اپنے ساتھ مولانا کے استقبال کی سعادت میں شریک نہیں کر سکتے؟ معارج بھائی جو تیس سال سے "بوسٹن" میں مقیم ہیں اور وہاں کی علمی و ادبی محفلوں کی جان ہیں مولانا کے ساتھ ان کے وابہ تعلق کے پیش نظر یہ طے ہوا کہ ہم دونوں ایک ساتھ ایرپورٹ چلیں گے۔ جیسا کہ ابھی میں عرض کر چکا ہوں کہ جدہ سے آنے والی پرواز کا وقت تو ۲۰۰۰ء تھا لیکن میں اپنے دوست کے ساتھ شام سات بجے ایرپورٹ پر موجود تھا۔ اس شام یہاں نظر ان کا موسم بڑا ہی حسین تھا، ہلکی ہلکی بھوار کے ساتھ بڑی ہی خوشگوار ہوا چل رہی تھی ہر طرف نشاط و انبساط کا عالم تھا ایسے میں مجھے حسان بن ثابت کے یہ دو شعر بار بار یاد آ رہے تھے۔

ولما نزلنا مغزلا طلعه الندى  
انيقاد بستانا من النور حاليا  
اجد لنا طيب المكان وحسنه  
منى فتمنيينا فكننت الاعمانيئا

اور عالم تصویر میں "میں اس ہوا باز سے باتیں کر رہا تھا جس کا ہیارہ عالم اسلامی کا "کوہ نور" اپنی آغوش میں لئے نظران کی جانب مجھ پر واز تھا، میں اپنے بھائی یونس کی زبان میں اس سے کہہ رہا تھا کہ آج مجھے نئی قسمت پر نازاں ہونا چاہیے کیونکہ آج میرے حیارے کی آغوش میں ایک ایسی شخصیت موجود ہے جو دنیا کی علمی محفلوں اور دانش گاہوں کی رونق اور ان لئے باعث صداقت ہے اور جس کی موجودگی فکر و فن کے نئے افق اور علم و دانش کی سحرانہ پیدا کرتی رہی ہے اور جس کی شخصیت نے دنیا کے بڑے بڑے علمی و ادبی اعزاز و ایوارڈز کو قابل اعتبار بنا دیا اور اس کے وقار میں اضافہ کیا ہے اور جس کی تجویزی برہمراہ و سلاطین اور حکمرانوں نے اپنی جبین نیازمندی کے لئے "نعم الامیر صلی باب الفقیر" کی بشارت نبوی سے اپنے کو سرفراز کیا ہے اور جس کی درویشی ہنستا ہے

کے لئے باعث رشک اور جس کی قلندرئی کے سامنے شان سکندرئی بے نور بے رونق ہیں اور جس کے کردار میں وہ بائیں اور ایلا انداز ہے جس میں علم و غم، جود و سخاوت، عبادت و ریاضت، استغفار و بردباری اور تواضع و خاکساری اس طرح پیوستہ ہو گئی ہے۔ جیسے بھولوں میں خوشبو اور ستاروں میں روشنی یوں نے اس حقیقت کا اعتراف اپنے اس سپاس نامہ میں کیا تھا جو انھوں نے نگرام میں مولانا کی آمد کے موقع پر پیش کیا تھا، مجھے اپنے بھائی یونس کی قسمت پر ناز ہے کہ جیسے بھائی جان کے انتقال کے بعد ہمارے مولانا جیسا شفق مرنی ملا اور یونس نے رائے بریلی اور نگرام کے دونوں خاندانوں کے ان روحانی تعلقات کو برقرار رکھا جن کا ذکر خود مولانا نے اپنی کتاب "برائے چراغ" کی جلد دوئم میں کیا ہے اور یونس نے جو ہمارے خاندان کی روایات کے تنہا محافظ ہیں انھوں نے مولانا کے حکم اور ہمت افزائی پر نگرام کے مدرسہ مودن العلوم میں نئی روح پھونک کر اسے معاصر کی داستان ہونے سے بچا لیا۔

میں ابھی انھیں خیالات میں گم تھا کہ معارج بھائی نے کانڈھے پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ آپ کہاں گم ہیں جبرہ کی پرواز آگئی ہے اور مسافر آمد ہال میں آنا شروع ہو گئے ہیں ایرپورٹ کے باہر عقیدت مندوں کا ایک ہجوم اور کاروں کا ایک قافلہ تھا میں نے تین بھائی سے کہا کہ میرا آپ کا معاہدہ تھا کہ اس خبر کو صیغہ راز میں رکھا جائے لیکن یہ آپ نے کیا کیا ہے وہ خوشی و کسر کے اس عالم میں تھے کہ میری بات کو سنی ان سنی کر دی اور میں بھی عمر بن ربیع کی یہ بات کہ چاند بھی کہیں چھپ سکتا ہے یاد کر کے خاموش ہو گیا۔ مجھ کے یہاں خاندان میں جشن کا سماں تھا، الخیر اور دمام کی ٹانہ اور سربراہ آوردہ شخصیات اپنی قسمت پر نازاں اس شخصیت کی طرف محبت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھیں جو "ازھد فی الدنیا یجحدک اللہ، وازھد فیما

عند الناس یجحدک الناس" کی حدیث نبوی کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ مولانا مدظلہ کے چہرے پر تکان کے اثرات نمایاں تھے اس لئے صبح کے ناشتہ کھے درخواست کی منظوری کے بعد گھر واپس ہو گیا جہاں مہمان کھانا شروع ہونے کے لئے نہیں بلکہ مولانا کے بارے میں باتیں کرنے کے لئے بے چین تھے، میں نے ان سے کہا کہ مجھ کو مہمان خانہ کی صورت حال سے کہہ کر روشن مجال یاد سے ہے انجمن تمام دھکا ہوا ہے آتش گل سے چمن تمام میرے مہمانوں کو ہم لوگوں کے ساتھ مولانا کی محبت و شفقت کا علم تھا، انھیں نگرانیوں کا تکیہ کے حسنی خاندان کے ساتھ عقیدت مندانه تعلقات کا بھی بخوبی اندازہ تھا، میں نے انھیں بتایا کہ رافضیوں کی "اہل بیت" کی جھوٹی اور بے معنی اصطلاح کو آپ اگر اپنے ذہنوں سے نکال دیں تو برصغیر کا یہ وہ واضح خاندان ہے جس پر مجازاً "اہل بیت" کا اطلاق کیا جاسکتا ہے کیونکہ اس خاندان کی تاریخ سید احمد شہید نے اپنے خون سے لکھی ہے اور مولانا عبدالحی نے اپنی تبحر علمی سے اس کا لوبا منوایا ہے

اور ہمارے مولانا اپنی تبحر علمی، اپنے اخلاص و تواضع اور عرفی تحریر و تقریر پر عبور کی وجہ سے دنیا بھر کے ہر طبقہ میں ہاتھوں ہاتھ لے جاتے ہیں، وہ مصر کے ۱۹۱۹ء کے انقلاب سے قبل متعدد بار قاہرہ تشریف لے گئے، وہاں ان کے استقبال و پذیرائی کھے داستانیں آج بھی زندہ ہیں، قاہرہ میں جمعیتہ الشان المسلمین" میں ان کی سحر انگیز تقریروں کی بازگشت آج بھی سنی جاسکتی ہے۔ مذکورہ حجت کے صدر مہاجر جنرل صالح حرب مرحوم سے جب بھی ملاقات ہوتی وہ مولانا کا نام بڑے ادب احترام کے ساتھ لیا کرتے تھے، مصر الحدیدہ میں امام شیخ محمد ابو زہرہ اور مشہور محقق شیخ محمود شاہ کی محفلوں کا موضوع سخن اکثر ہمارے مولانا ہوا کرتے تھے "فما لسنۃ" کے سید

سابق اور مشہور مبلغ محمد غزالی جو اس وقت وزارت اوقاف میں اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے وہ اکثر دعویٰ آواز میں مجھ سے مولانا کی خیریت معلوم کیا کرتے تھے اور خود وزیر اوقاف احمد حسن الباقوری کی آنکھوں میں مولانا کے ساتھ ان کی محبت کی جھلک دیکھی جاسکتی تھی، خاموش زبانیں آنکھوں کے سہارے مولانا کے ساتھ محبت و تعلق کا اظہار کیا کرتی تھیں کیونکہ صرف چند سال قبل یعنی ۱۹۱۹ء میں اخوان کے ممتاز رہنماؤں کے تختہ دار پر چڑھنے کا سانحہ تازہ تھا، اخوان نے تعلق رکھنے والے شخص مشتبہ تھا، عقیدہ توحید کے علمبرداروں کی نقل و حرکت پر "نزار الیل" کے شیعہ کاہرہ تھا۔ عبد فکری کا ہر طرف بول بالا تھا، منافق اہل کلم "ذلائقہ تو لئو السفھاء أمواکم" کی آیت شریفہ کے ذریعہ "مارکس" کی اشتراکیت کا جواز تلاش کر رہے تھے، اس فکری انارک کے دور میں قاہرہ کی "صحیح الجوش الاسلامیہ" کی سالانہ کانفرنس صرف برصغیر ہی نہیں بلکہ عالم اسلامی کے متعدد علماء و مشائخ کو اس حاکم وقت کی قصیدہ خوانی کرتے ہوئے دیکھا جس کے دامن پر عبدالقادر عودہ "اور سید قطب کے خون کے دھبے تھے، متنبی کے قول کے مطابق ان نام نہاد علماء و مشائخ کی قاہرہ سے واپسی کے وقت ان کی جمیں "قصر قہ" کے حاکم کے جو دو ہتھوڑے کی جھلی کھایا کرتی تھیں، میں نے اپنے مہمانوں کو بتایا کہ میں یہ بات بڑے وثوق اور اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں، تیکہ رائے بریلی کے عقیدہ توحید کے اس متوالے نے اس بازار پر نظر بھی نہ ڈالی جہاں بے ضمیر قلموں، آبرو باختہ افکار اور عقائدی و فکری وفاداریوں کی تبدیلی کا لادھندا ہوتا ہے، میں نے اپنے دوستوں کو مزید یہ بھی بتلایا کہ ہمارا یہ مہمان اپنی اس چٹختی ایمان کی وجہ سے آج تاریخ اسلامی کا جز اور اثوت حصہ ہے اور جس نے حضرت ابو بکر صدیق رضی کے تاریخی حکیمانہ اور غیرت ایمانی سے بھرپور قول "أینقص الدین وأنا حمی" کو حرد جان اور

مقصد حیات بنا رکھے اور جو ساری دنیا میں اسلامی تعلیمات کو جاری و ساری دیکھنا چاہتا ہے اور جس کے حصول کے لئے وہ صحرا، صحرا، جنگل، جنگل، دریا، دریا، فضا، در فضا دیوانہ وار ہے۔ اذال دی کعبہ میں نافوس دہریں پیوڑکا کہاں کہاں ترا عاشق تجھے پکار آیا کی زندہ و علمی تفسیر بن کر ماند شبنم جگر لار میں ٹھنڈک پیدا کر رہا ہے۔ میرے دوست اور ان کے اہل خانہ ہر تن گوش تھے اور وہ اس طرح کہ عربی محاورے کے مطابق گویا کہ چڑیاں ان کے سروں پر بیٹھی ہوں۔ لیکن ابوالکلام کی زبان میں میلانے خب کی زلفیں نصف مکر تک پہنچ چکی تھیں اور مدعوین کو صبح دفتر جانا تھا اس لئے وہ "ہل من مزید" کہتے ہوئے رخصت ہو گئے لیکن میرے گھر میں تو آج چاند رات تھی، ہر شخص جاق و جو بند میری بیٹی نامہ اپنی مالک کے ساتھ باورچی خانہ میں مصروف میرے دونوں لڑکے اسامہ اور عقبہ گھر کی صفائی ستھرائی میں لگے۔ عزیزیکہ گھر کے ہر فرد نے صبح سعادت کے انتظار میں پوری رات آنکھوں میں کاٹ دی۔ فجر کے بعد متین بھائی کا فون آیا کہ آپ کے جلنے کے بعد مولانا نے آپ کا ذکر متعدد بار کیا اور اب ہم لوگ بجائے ساڑھے سات بجے کے سات بجے آ رہے ہیں۔ اور وقت مقررہ پر سعادت کی گھڑی آگئی جس کو بیان کرنے کے لئے جب خیریتہ الفاظ کے دروازہ پر دستک دی تو انھوں نے عاشقہ تیموریہ کی زبان میں اپنے ہاتھ پیر ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ جذبات کے تلاطم ہمیشہ الفاظ کے ذریعہ ہی نہیں بیان کئے جاتے ہیں بلکہ آنکھوں سے رواں آنسو بڑی مؤثر زبان بن جلتے ہیں اور شاید وہ بلاغت کی منتہی بھی ہوتے ہیں جس کا ذکر عبدالقادر جبر جانی کرنا چھوٹے گئے۔ ہاشترجے ہمارے مشفق استاد مولانا سید محمد ربیع صاحب نے خالص اودہ کا ناشترجہ قرار دیا اور

ان کی یہ بات ام اسامہ کی محنت کا صلہ تھی، اس سے فارغ ہونے کے بعد کاروان سیدہ ایرپورٹ کے لئے روانہ ہو گیا جہاں "روانگی ہال" کے باہر عقیدت مندوں کا ایک ہجوم تھا جن میں سب سے گے انگریزیشن ڈاکٹر تھے جو میرے عزیز دوست ہیں اور مولانا کی عربی کتابیں پڑھ چکے ہیں وہ بڑے امراسے مولانا کو اپنے دفتر لائے جہاں سب کی روایتی قبوہ سے ضیافت کی لگی قبوہ نوشی کے دوران ہی اس نے انگریزیشن کی کارروائی ختم کرادی اور پھر دبی کی پرواز سے چند منٹ قبل ہم سب انگریزیشن ہال سے گذرتے ہوئے جہاز کی جانب روانہ ہوئے، انگریزیشن اور روانگی ہال میں کام کرنے والے اداروں کے ملازمین مجھ سے بار بار پوچھ رہے تھے کہ "أهذا هو العلامة السعدی" اور ہر شخص محبت بھری نظروں سے انھیں الوداع کہہ رہا تھا۔ سعودیہ کی بردارنے وقت مقررہ پر وہیں کا اندازگانہ ایرپورٹ کی جانب اپنی پرواز شروع کر دی اور میں ابو فراس الحمدانی کا یہ شعر ہے

لبت الکواکب تدنو لونی فانظروها  
عقود مدح فلها راض لکم عن کلہ  
بڑھتا ہوا گھر واپس ہو گیا تاکہ ان روٹھے ہوئے دوستوں کو منا سکوں جنہیں میں نے آمد ہمار کی اطلاع نہیں دی تھی۔

**دَعَاةُ مَغْفِرَةٍ**  
ندوة العلماء کے نیدیا ریسیڈنٹ سیکرٹری کے کارکن جی۔ منظور احمد رباعی صاحب کے چھوٹے بھائی جناب حکیم حافظ مسعود احمد عباسی (مبقر مرحوم) جو اس سال حج بیت اللہ کے لیے مع الیہ تشریف لے گئے تھے، ۱۹ مارچ بریلی کی شب میں مکہ مکرمہ میں انتقال فرما گئے۔  
انا لله وانا اليه راجعون۔ مرحوم کی ملسار با اطلاق اور ایک اچھے شاعر بھی تھے۔  
تاریخ تعمیر حیات دعاة مغفرت کی درخواست ہے۔

# شیخ محمد اعجاز الہی

ترجمہ: محمد سلیم اشرف علیہ السلام  
 مختصر: ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی  
 قسط (۲)

شیخ محمد اعجاز الہی کی پوری زندگی اسلام کے کار کے لیے قربانیوں اور جان فشانیوں سے گزری ہے۔ وہ برصغیر اس کے لیے بے چین دکھائی پڑتے ہیں۔ انہوں نے ہندوستان، پاکستان اور خلیج کے ملکوں میں، اور افغانستان، الجزائر و آذربائیجان اور شام کے علاقوں کی کانفرنسوں و سیمیناروں میں شریک ہو کر اپنے افکار و خیالات کو تحریری و تقریری طور پر پیش کیا۔ اور وہ جامع مسجد کے ممبروں خاص طور پر جان انور مسجد عمر کی اور جامع عمر بن العاص سے لوگوں کو خطاب کیا کرتے تھے۔ شیخ کی یہ تقریریں موجود مسائل و مشکلات کے علاج اور حقیقت سے ہم آہنگی کی بنیاد پر بہت ممتاز ہوا کرتی تھیں۔ موجودہ اسلامی سرگرمیوں کے سلسلے میں شیخ کے دو نظریے تھے۔ ایک محبت، محبت اس معنی کر کے کہ جس حق کی تعلیم کر رہا ہوں اسے عقرب انتہاء اللہ علیہ حاصل ہوگا۔ اور وہ دنیا کے اندر چھیلی ہوئی تمام برائیوں کو مٹا سکے گا۔ دوسرے وہ اس معنی میں کہ دشمن کو بے مادی و جسمانی وسائل سے مسلح ہو کر دین کا کام تمام کرتے پڑا ہوا ہے، اور وہ ہر آن کسی مناسب موقع اور مآثر حالت کی تاک میں لگا رہتا ہے۔

## نوجوانوں سے امیدیں

فرماتے ہیں کہ: میرا تعلق اسلامی بیداری کے حامل ان نوجوانوں سے ہے جنہوں نے اسلام کی خاطر کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ ان نوجوانوں نے افغانستان کے اندر روسیوں پر سر ہیکار ہو کر انہیں پیغام موت سنایا اور ان کو راہ قرار پر مجبور کر دیا۔ اس سے پہلے وہ الجزائر میں فرانسسوں کے دانت کھٹے کر چکے تھے تا وقتیکہ خدا نے ان کے مقاصد کو پورا نہیں کر دیا پورے جسم و جان اور مال و زر کے ساتھ ان کی قربانیاں جاری رہیں۔ اور جس وقت اسلامی فلسطین کی قیادت کا معرکہ رونما ہوا تو اس کے نتیجے میں یہودیوں کو اپنی ناکامی کے آثار نظر آنے لگے، اور ان کی آرزو میں چکنا چور ہوئی دکھائی دینے لگیں۔

فرماتے ہیں کہ: میری فکر اس اسلامی بیداری کے ساتھ ہے جس کے لیے عالمی سازشیں خطرے کا لادم بن رہی ہیں۔ اسلامی جہالے مسلسل ظلم و ستم اور قتل و غارتگری کا شکار بن رہے ہیں۔ شیخ نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: دراصل دین الہی کا قیام جو کہ ہر چیز پر اولیت رکھتا ہے یہی تھا خالق و مخلوق کے درمیان

خالص تعلق و تزکیہ کی بنیاد ہے جو انسان کو جاہ طلبی اور دنیا کے لذائذ سے لطف اندوز ہونے سے بے نیاز کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فُسَادًا** (انقص: ۸۲)

## مسلم نوجوانوں کی رہنمائی

مدافین اسلام میں جوش و جذبہ اور اخلاص سے کہیں زیادہ گہرے تجربے اور فہم و ذہن کی کمی نظر آتی ہے۔ نوجوان یہ خیال کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی یہ دیگر گوں حالت چند ایسے عوارض و محرکات کا نتیجہ ہے جس کا ازالہ چند ایام یا زیادہ سے زیادہ چند سالوں میں ممکن ہے۔ اور اگر سر تو صحابہ و تابعین کی شرافت و مروت حاصل کر سکتے ہیں۔ حالانکہ اس جلد بازی کے پس پردہ اور اس کے نتیجے میں دعوت اسلامی کو بڑے عظیم نقصانات اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ایسے اقتادہ دور میں مسلم نوجوانوں کے لیے کیا طریقہ کار جو بنا جا رہے ہیں جب کہ خانہ جنگیاں آئے دن اپنا کام تمام کر رہی ہیں اور ہر طرح کی تیاریوں میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ سب سے پہلے دین کے ماننے والوں کے لیے اپنے مذہب سے تعلق اور شریعت کی حقیقی عملی تصویر پیش کرنا ضروری ہے۔

شیخ نے اسلامی نوجوانوں کے لیے عقیدہ کے موضوع پر ایک جامع کتاب "عقیدہ اسلام" اور اسلامی طرز زندگی کے لیے "خلق المسلم" لکھی، اور اس کتاب کا آغاز اسلام کے اندر اخلاق کی اہمیت اور مذہب اسلام کا تعلیم و تعلم سے ربط اور دیگر جمادات سے کیا۔ اور ان کی کتاب "خلق المسلم" تے دعوت کے حلقے میں بڑی مقبولیت

حاصل کی اور پسندیدگی کے ساتھ وہ ہاتھوں ہاتھ لگی گئی۔ امت کے اسباب زوال کے سلسلے میں غور و خوض کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امت فکری طور پر سراسیمگی کے ماحول میں رہنے لے رہی ہے۔ اور اس کی جذباتی، عقلی، معاشرتی اور نفسیاتی غذا ناپید ہو چکی ہے۔ نوجوانوں کی تربیت اور اس مرض کے مداوا کے لیے شیخ نے "کیف نفهم الاسلام؟" اور "من هنا نعلم" جیسی شہرہ آفاق کتابیں تصنیف کیں جس کے اندر شیخ خالد محمد خالد کی کتاب "من هنا نبدا" کا جواب دیا ہے۔ اس کتاب میں شیخ خالد نے ثقافتی گمراہی کو پیش کیا ہے اور اسلام کی جانب ایسی چیزیں منسوب کی ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ فکر اسلامی کے میدان میں شیخ محمد اعجاز الہی کی جان فشانی اور ان کی سرگرمیاں بیش بہا ہیں۔ شیخ کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اسلامی محالہ کے ان تاریک پہلوؤں کو روشن کیا جن پر غلط افکار و خیالات، اور اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے والے مسائل کے گرد و خوار سے اشکالات کا انبار لگا ہوا تھا۔ چنانچہ شیخ نے ان موضوعات پر مختلف کتابیں تصنیف کیں:

(۱) الاسلام و المناہج الاشتراکیہ  
 (۲) الاسلام المقتری علیہ بین الشیوعیین والرأسمالییین  
 (۳) الاسلام والاوضاع الاقتصادية  
 (۴) التصبیب والتسامح بین المسیحیة والاسلام  
 (۵) الاستعمار احقاد و اطماع و ظلام من الغرب  
 سیرت نبوی برفقہ السیرۃ - دستور الوحده الثقافیہ

روزانہ ریڈیو، ٹیلی ویژن اور اخبارات میں شیخ کے علمی و دعوتی پروگرام نشر ہوتے جسے لوگ بہت پسند کرتے تھے۔ خاص طور پر ان کی توجہ اعلیٰ علوم کے طلبہ کی تدریس کی جانب ہوتی تھی۔ انہوں نے مملکت سعودیہ عربیہ سے اپنے تعلق کا اس وقت پر زور دیا انداز میں اظہار کیا، جب ان کو شاہ فیصل اوارڈ سے نوازا گیا۔ انہوں نے اس موقع پر کہا کہ: یہ مملکت سعودیہ عربیہ کا پرچم ہے جس نے محض کلمہ توحید کی وجہ سے ایک سو ساٹھ ملکوں کے لوگوں میں ان کو امتیاز اور شرف و فضیلت بخشا ہے۔ اس کلمہ توحید نے ان کو رسم و رواج سے پاک رکھا، اور جس کو مملکت نے اپنے پرچم پر واضح الفاظ میں ظاہر کیا جب کہ دیگر دسیوں ممالک نے اپنے عقیدوں پر دوسری علامتیں رکھ رکھی تھیں۔ الجزائر میں اسلامی فکر کی نشر و اشاعت کے لیے ان کی قابل تحسین کوششیں کار فرما ہیں اور غالباً وہ اس سلسلے میں صدر شاذلی بن جدید کے اعتماد سے فائدہ اٹھاتے رہے۔ جو مسطنطہ کے جامعہ "جامعۃ الاصلین عبدالقادر الاستلانی" کی مکمل دیکھ کر سمجھ کر رہے تھے۔ اور ایک دوسرے کا ربط اس حد تک بڑھا کہ جامعہ جو صرف ایک ہی کالج تھا۔ چھ ایسے کالجوں پر مشتمل ہو گیا جو الجزائر کے دور دراز علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔

مسجدوں، مجلسوں اور ایسی ملاقاتوں کے توسط سے کلمۃ الشریعہ کی ترقی اور اسلامی بیداری کی اشاعت میں شیخ کا بہت اہم رول رہا ہے۔

شیخ کی عزت و کرم ملک کے ایسے نامزدے کی حیثیت سے کی جاتی تھی۔ یورپ

امریکہ کے بہت سے ائمہ میں ان سے شہرہ بھی کیا جاتا تھا۔ وہ کانفرنسوں و سیمیناروں میں مدعو ہوتے نوجوانوں کا بجز کے طلباء عزیز سے ملاقات کرتے اور دعوت و تبلیغ کی جانب ان کی رہنمائی کرتے۔

شیخ بالغ نظر و ذہن تھے۔ عالمی دعوت کی اشاعت اور اصلاح العقیدہ ہونے کی بنیاد پر بہت پر امید تھے کہ عنقریب دین اسلام کا بول بالا ہو گا۔

محمد محمود ہر گاہ غم تو جی رہا! لیکن ترقی یافتہ ملکوں کو دکھ کر یا اس ذمہ اور شرمندگی سے دوچار ہونا پڑتا کہ پہلی اور دوسری دہائی میں کوئی صحیح اسلامی ملک نہیں نظر آتا۔ مشہور ہے کہ جاپان نے ایک صدی میں ترقی کی وہ مراحل طے کیے جسے اسلامی قوموں نے نصف صدی میں طے کیا۔ لیکن صورت حال یہ ہے کہ جاپان آسمان کی بلندیوں کو چھو رہا ہے اور ہم کھائی میں گرتے جا رہے ہیں۔ ایسا صرف سیاسی بگاڑ کی بنیاد پر نہیں بلکہ یہ محض تہذیبی و ثقافتی بگاڑ کا نتیجہ ہے۔

شیخ کا نظریہ اجتہاد و تقلید: اس سلسلے میں شیخ نے معتدل طریقہ اختیار کیا۔ ادیب و فقیہ شیخ علی الطنطاوی کی رائے سے بہت متاثر ہوئے۔ جیسا کہ وہ فرماتے ہیں کہ مسلمان اولاً کسی ایک مسئلہ میں تعلق پیدا کریں اور اس کے دینی احکام مستحضر کرتے دلائل میں تدبر سے کام لیں۔ طریقہ استدلال اور بحث و مستحکم دلائل جاننے کے لیے ایسے علوم حاصل کریں جو اس میں مددگار ثابت ہوں۔ پھر نظر ثانی کرتے کے بعد اپنے

ملک کے اندر سے زیادہ قوی دلیل ملے تو اسے اختیار کرنا چاہیے۔ علامہ ابن عابدین شامی نے واضح کیا ہے کہ جب ملک حنفی پر چلے والا اپنے مذہب کے خلاف کوئی صحیح حدیث پائے تو اس پر عمل کرے۔ خاص کر عبادات کے سلسلے میں۔ کیوں کہ یہ کوئی ایسی چیز نہیں جو اسے حقیقت سے خارج کرے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر کتاب و سنت کی اتباع لازم قرار دی ہے۔ شیخ اعتدال پسند اور شریعت کے اسرار و رموز سے واقف تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن جوزی، ہلا مہ ابن تیمیہ اور امام غزالی، ابن رشد وغیرہ کی تحریروں کو پڑھا اور ان کے لطوفاً حسنہ سے مستفید بھی ہوا۔ اور میں نے ان امور کو جن میں متاخرین علماء اچھے ہوئے تھے یکسر ترک کر دیا۔ شیخ غزالی حقیقت میں راست بازی کے ساتھ اپنے دینی و علمی امور کی انجام دہی میں ہمہ تن مصروف رہے۔ اور وہ دعوتی و اصلاحی میدان کے ہر موڑ پر بلند فکری و بالغ نظری کی وجہ سے ممتاز سمجھے جاتے رہے۔

### علمی و دعوتی قافلے کے متعلق شیخ کے افکار و خیالات :

شیخ کی تالیفات اسلامی دعوت کے جدید نقوش اور روشن و پُر امید پہلو کی جانب رہنمائی کرتی ہیں جس کی راہ میں ہر طرح سے روڑے پیدا کیے جا رہے ہیں۔ ان کتابوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ تخریج و تبویب کے سلسلے میں علمی طریقہ کار کا بالکل پاس و

لحاظ نہیں رکھا گیا ہے۔ ظاہری صورت حال کو مد نظر رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: میں نے علمی آسودگی کی خاطر آٹنا کچھ نہیں لکھا جتنا کہ موجودہ حالات اور رائج غلطیوں کی اصلاح سے متعلق لکھا۔ انہی ہم عصر داعیوں اور مصنفین

میں سے شیخ کا تعلق شیخ عبدالعزیز بن باز، شیخ ناصر الدین البانی، سید ابوالاعلیٰ مودودی اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ و غیرہم سے تھا۔ اس حضرات سے تبادلہ خیال کرتے اور بحثوں سے بحث و مباحثہ اور جزئی مسائل میں اختلاف بھی کرتے۔ کتاب "التتمۃ للنہیۃ بین اھل الفقہ و اھل الحدیث" کی روشنی میں بعض لوگوں سے مناقشہ کرتے کرتے ناراض بھی ہو جاتے۔ لیکن یہ تمام اختلافات جزئیات میں ہوتے تھے۔ اسباب میں بالکل اختلاف نہ کرتے تھے۔

قرآن و حدیث کی زبان سے شیخ کو اتنا بے نیاز کیا کہ دوسری زبانیں پسند ہی نہ آئیں۔ اس کے باوجود انہوں نے خالص عصری مسائل سے متعلق بہت سی ابتدائی کتابیں تصنیف کیں۔ شیخ اپنی تقریروں میں آیات و احادیث اور ایسے اشعار پیش کرتے جو سر جذبات و احساسات میں روح پھونک دیتے۔ شیخ اپنی کتابوں کے عناوین بڑے اٹوٹھے اور دل نواز رکھتے۔ مثلاً "تجدد حیاتنا" "تذالک الحق، حصا د الغرور و دھوم داعیہ" شیخ معاشرتی اتحاد و اتفاق کے عملی میکر تھے اور کسی سیاسی پارٹی سے کوسوں دور تھے۔ آج یقیناً شیخ کے

انتقال سے ایک بہت بڑا خلا محسوس ہوتا ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے، اور انہیں جنت نعیم میں بہترین ٹھکانا عطا کرے۔ اور مسلمانوں کو بہترین نعم البدل سے نوازے۔

### بقیہ :- اسلامی شریعت

مارکیٹ میں چل رہا ہے، بڑی بڑی نواہیں پانے والے اپنا فرض صرف اسی وقت انجام دیتے ہیں جب ان کو اس فرض شناسی کا علاحدہ سے صلہ یعنی رشوت، ملتا ہو عوام کے نمائندے جو منتخب ہو کر حکومت میں جاتے ہیں کتنا خرچ کر کے جلتے ہیں پھر اس خرچ کو دوگنا لگنا وصول کرنے میں کیا کیا جائز طریقے اختیار کرتے ہیں۔

ذات پات کے تعصب اور فقر و دارانہ جبر و زیادتی کا چلن کتنا بڑھ گیا ہے ملک و قوم کے رکھوالے ملک و قوم کے لئے کچھ کرنے کے بجائے اپنی ذاتی ترقی اور دولت و خوشحالی کی فکر میں لگے ہوئے ہیں، ملک کی بدنامی دنیا میں کتنی ہو چکی ہے اور ہر جگہ لیکن اسلام کے مخالف اہل قلم کو دیکھیں تو اسلام اور مسلمانوں میں عیب تلاش کرنے کی اور ان کی خوبیوں سے صرف نظر کرنے کی اور جو خود ان کے معاشرے میں بگاڑ کی باتیں ہیں ان کو نظر انداز کرنے کی یا بہت بھونٹا بنا کر ظاہر کرنے کی، اس طرح نہ اپنے ساتھ انصاف ہوتا ہے نہ دوسرے کے ساتھ۔

قرآن کریم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی، دینی معلومات میں ملامت اور تبلیغ کیلئے شائع کی جانے والی کتابوں کا احترام آپ بزمی ہے، لہذا جن صفحات پر یہ آیات و روایات ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقہ کے مطابق بے حرمتی سے مٹا دیا جائے۔

### ایک مطالعہ

## سیرت سید احمد شہید

### قسط نمبر

پروفیسر وصی احمد صدیقی

### شہید کی جنگ

۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۲۳۲ھ کو سید صاحب نے بیعت امامت کی تھی اور جمعہ کے خطبہ میں آپ کا نام داخل کیا گیا تھا۔ اس کی اطلاع سید صاحب نے بڑے اہتمام سے نامور سرداروں، علماء و مشائخ اور رؤسائے ہندوستان کو بھیجی تھی۔ یوسف زئی سرداروں نے سردار یار محمد خاں اور سلطان محمد خاں و ایان پشاوڑ کو ایک بے زور دعوتی خط لکھا جس میں انھوں نے سید صاحب کی رفاقت کی دعوت دی۔ سردار یار محمد خاں نے حالات پر نگاہ ڈالتے ہوئے سید صاحب سے بذریعہ خط آپ کی فوجی طاقت اور مالیت کے متعلق استفسار کیا۔ سید صاحب نے نظر رکھتے ہوئے ان دونوں بھائیوں نے سید صاحب کو اپنی رفاقت اور شرکت جہاد کی اطلاع دی اور لشکر اور توپ خانہ کے ساتھ پشاوڑ سے نوشہرہ کا رخ کیا۔ یہ لوگ موضع سرمائی میں داخل ہوئے۔ آپ فادی خاں، اشرف خاں اور فتح خاں اور کئی سو آدمیوں کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے۔ ان سرداروں نے بیعت کی۔ نوشہرہ سے لشکر نے شہید کی طرف کوچ کیا۔ ایک لاکھ آدمیوں سے زیادہ کی جمعیت تھی۔ یہیں پر زہر خوردنی کا واقعہ پیش آیا۔ لشکر میں جبر چاہا کہ یار محمد خاں نے آپ کو زہر دلوایا ہے۔ سید صاحب کی طبیعت بہت خراب ہو گئی تھی مگر یار محمد خاں کے اصرار پر آپ مولانا اسماعیل کے ساتھ ہاتھی پر بیٹھ کر مورچے پر نکلے۔ نعیم نے بندو قیں اور توپ چلائی شروع کیں۔

ٹرائی کی صورت حال ایسی ہوئی کہ مصافحہ نظر آنے لگا کہ لشکر اسلام کو فوج ہوئی مگر دشمنوں کے ایک گولے سے جس سے کئی سوار شہید ہوئے یار محمد خاں پر بیعت طاری ہو گئی اور اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ بھاگ نکلا۔ سید صاحب بیہوشی کے عالم میں مع الخیر پھوٹے گئے ہوش آنے پر آپ نے بوجھا کہ ہمارے مجاہدین بھائی کہاں ہیں۔ مولانا اسماعیل نے بتایا کہ پنجاب اور تورو میں۔ حضرت نے ننگے سر ہو کر جناب بادی میں الحاح و زاری کے ساتھ دعا کی۔ یہ وقت بہت سخت تھا اور ہر طرح کی تنگی تھی۔

یار محمد خاں نے وہی کیا جو میر جعفر نے سراج الدولہ کے ساتھ کیا تھا اور میر صادق نے سلطان بیچو کے ساتھ۔ اس کو سید صاحب اور ان کے مشن سے کوئی خلوص نہ تھا۔ سیاسی اور ملکی مصالح کی بنا پر ساتھ آیا تھا۔ شہید کی جنگ سے پہلے سیکھ سپر سالار سردار بدھ سنگھ نے اس کو ملا لیا تھا۔ یہ مسلمانوں کے ہر دور کی بڑی بھڑی ہے۔ لاہور میں اس جیت کا جشن منایا گیا۔

سید صاحب کے عزم و ہمت میں اس سے کوئی فرق نہیں آیا۔ آپ علاقہ بونیر کی طرف روانہ ہوئے۔ مجاہدین کی جماعت باغی چھ سو کی ہو گئی۔ کچھ روز آپ نے تختہ بند میں قیام کیا۔ مولانا اسماعیل اور شیخ مولانا پھلتی بیمار ہو گئے تھے۔ ان کو وہیں چھوڑا اور سفر کرتے ہوئے علاقہ سوات میں داخل ہوئے۔ مولوی قلندر صاحب ۶۰ یا ۸۰ آدمیوں کے ساتھ آکر ملے۔ حضرت سردار ہوئے۔ کوئی گرام میں آپ نے نماز عبد پر بھی

وہاں سے درخواست پر برصوات کی طرف روانہ ہوئے۔ قاضی احمد اللہ صاحب بھی اپنے قافلہ کے ساتھ آکر ملے۔ مولانا اسماعیل بھی تندرست ہو کر آگئے تھے۔ ماہ میں مولانا محمد یوسف صاحب کا انتقال ہو گیا۔ سب کو بہت صدمہ ہوا۔ حضرت آگے بڑھے اور سستی بانڈہ میں مولوی رمضان صاحب سو آدمیوں کے ساتھ آکر ملے۔ منگورے میں تین دن قیام کر کے آپ چار باغ آئے۔ بیعت کا سلسلہ بڑے شرمندہ سے جاری ہوا۔ آپ ایک بڑے رئیس اور پیر زادے کے جہان ہوئے۔ وہاں سے شاہ جہاں کو تحائف بھیجے۔ مولانا عبدالحی صاحب تشریف لائے۔ آپ چار باغ سے ہو کر گرام تشریف لائے وہاں میاں مقیم صاحب رامپوری ۳۰، ۴۰ آدمیوں کے ساتھ آکر ملے۔ وہ کچھ نقد روپے اور اسلحہ لائے تھے اسے نذر کیا۔ حضرت مختلف علاقوں سے گزرتے ہوئے پنجاب واپس آئے۔ پوہر اور سوات کا بددورہ، تبلیغ و دعوت، افادہ اور ہدایت اور جہاد کی ترغیب کے لحاظ سے بہت کامیاب رہا ہندوستان سے تازہ دم مجاہدین کے قافلے پہنچے۔ انھیں مجاہدین کی تقویت اور راحت کا پورا سامان تھا۔

### پنجتار کا مرکز مجاہدین

بُسر و سوات کے دورہ کے تقریباً تین ماہ بعد آپ نے پنجتار کو اپنا مرکز بنایا۔ اس مقام کو اسلام کی جھاوٹی اور مرکز اصلاح و ارشاد دینے کی سعادت حاصل ہوئی۔ مجاہدین کے یہاں کے مشاغل قرون اولیٰ کی یاد دلاتے ہیں۔ مولانا عبدالحی صاحب نے اپنے ہندوستانی احباب کو یہاں سے جو خط لکھا اس میں وہاں کے حالات تحریر کئے۔ (۱) یہاں کے رئیس فتح خاں کا سلوک مجاہدین کے ساتھ انصاف کے سلوک و عمل کی یاد دلاتا ہے۔ (۲) مجاہدین مختلف مواضع میں جے ہوئے تھے دس بارہ من جنس بیت المال سے روزانہ تقسیم ہوتے

اور اسی سبب سے کپڑے۔

(۱۲) مجاہدین کا عجب عالم ہے۔ جہاد کفار کے ساتھ جہاد نفس بھی اور مجاہدہ روحانی خالقوں سے زیادہ پور ہے۔ بہت سے لوگ مولیٰ کاموں کو بچا دینے کو ننگ و عار کا باعث سمجھتے تھے سید صاحب نے ایک انتہائی اثر نڈاز تقریر میں یہ غلط فہمی رفع کی آپ چکی پیسنے میں شریک ہوتے، لوگوں کے ساتھ کلاڑھیوں لے کر جنگ میں لکڑی کاٹتے جلتے۔ غار جو کھلے میدان میں گھاس چھیلے میں شریک ہوتے۔ جھوپڑیاں بنائیں۔ کپڑے دھوئے۔ ہر شخص کو اندازہ ہو گیا کہ یہ ایک صاحب عزم شخص ہیں اور ان کے ساتھ اللہ کی مختلف تالیفیں ہیں۔

**ہزارے کے سرداروں کی امداد**

اس خط کی تاریخ اٹھارہویں صدی کے آخر اور انیسویں صدی کے شروع کی نفاقی، دغا بازی، قتل، خانہ جنگی اور عام بد امنی کے علاوہ کچھ نہیں۔ ہزارے میں سکھوں کی حکومت مسلمانوں میں قائم ہوئی۔ دہلیوں کے سرداروں میں آپس میں لڑائی ہوتی۔ ایک نے بدلے کے لئے سکھوں کی مدد چاہی۔ سکھ داخل ہو گئے۔ اچیت سنگھ نے جب کشمیر پر قبضہ کر لیا تو سکھوں کو سکھ، حکام سکھ، دیوال رام دیال وغیرہ نے ہمت با کثرت نفاقوں پر قبضہ کرنا چاہا۔ کچھ سکھوں کے قبضہ میں آ گیا۔ رنجیت سنگھ نے اس سنگھ جیتھ کو جنونی ہزارے کا گورنر مقرر کیا۔ وہ مارا گیا۔ اس کے بعد مانی سدا گور اور رنجیت سنگھ کے بڑے خیر سنگھ کی سرکردگی میں لاہور سے مزید لگ آئی۔ تربید میں اس نے قلعہ نوکری سدا گور نے تین کے سردار محمد خاں کو تہمتی کر لیا۔ رنجیت سنگھ نے کشمیر کے گورنر سردار ہری سنگھ کو اپنی عطا داری کا حساب پیش کرنے کے لئے بلایا۔ راستہ میں ہری سنگھ نے حملہ کرنے والے بہت سے قبائل کو شکست دی اس سے خوش ہو کر رنجیت سنگھ نے اسے حسب

داخل کرنے سے معاف کر دیا اور اسے گل ہزارے کا بھی گورنر مقرر کر دیا۔ ہری سنگھ نے قبائل کو بڑی سختی سے دیا یا اور سکھوں کی طاقت میں بہت اضافہ کیا۔

نالہ میں ہری سنگھ سے شو انیوں اور سید خانی انہاں زبول نے جم کر مقابلہ کیا اور اس کی فوج کو شکست دی۔ ہری سنگھ کی موت کی خبر مشہور ہوئی مگر وہ پتھروں سے لکراتا ہوا زندہ بچ گیا اور قتل و غارتگری سے بدلے لینے کی کوشش کی۔

ہری سنگھ کی شکست کی خبر سن کر رنجیت سنگھ خود آیا۔ اگر مواضع کو برباد کیا اور تین کے محمد خاں کو ساتھ لے کر واپس چلا گیا۔ اس کی دایمگی کے بعد ہری سنگھ نے سخت کارروائی کی۔ محمد خاں کو جسے اس نے پچاس ہزار روپے میں خرید لیا تھا زہر دلوایا اور دوسرے ممتاز اشخاص کو توپ سے اڑا دیا یا ملک بدر کر دیا، ہزارے کے زخم خوردہ سرداروں نے سید صاحب سے اپنے قتل کا اظہار اور حمایت اور امداد کی درخواست کی، پانڈہ خاں کی بھی عرضی آئی۔ سید صاحب نے اس کی جو امداد دی اور شجاعت کی تعریفیں سنی تھیں۔

خواتین نے اس کی بد عہدی اور بے وفائی کے واقعات سنانے مگر سید صاحب نے فرمایا کہ ہدایت اور ضلالت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ انھوں نے جواب لکھا کہ ہمیں پشاور کی مہم اور کفار سے جہاد دو مہمیں پیش ہیں، سید خوند زادہ اور خاں عالیشاں سید تقیم کو روانہ کیا جا رہے۔ آپ ان کو اپنے خیالات سے آگاہ کریں۔

**اگر گور اور پھلی کے علاقہ میں**

سید صاحب نے پھلی کے لئے لشکر مرتب فرمایا اور مولانا اسماعیل شہید کو امیر پیش مقرر کیا۔ انھوں نے خطوط سے سید صاحب کو پورے حالات سے باخبر کیا۔ خطوط کے اقتباسات حسب ذیل ہیں۔

۱۱، جناب والا سے رخصت ہو کر موضع لوہی میں

پہنچے۔ راستہ میں پتہ چلا کہ کسی تقریب کے سلسلے میں اس علاقہ کے خوانین اور اکابر ہتھانے میں جمع ہیں۔ میں شاہ سید کو لے کر وہاں گیا اور سب حضرات کو جہاد کی ترغیب دی اور جناب والا کی بیعت امامت کی موضع ادب میں سردار پانڈہ خاں نے ہمارا استقبال کیا۔

گنگو سے اندازہ ہوا کہ پانڈہ خاں ہمارا ساتھ دینے کے لئے بالکل ہمت اور آمادگی نہیں رکھتا۔ ہم نے ایک گھاٹ کو چھوڑ کر جس سے دشمنوں کے قلعے راستہ میں پڑتے تھے دوسرے گھاٹ کا انتخاب کیا۔ دریائے سندھ کے کنارے پر جو قبائل آباد تھے ان کو دعوت اور ترغیب کے لئے ملا عصمت اللہ خوند زادہ اور مولوی عبداللہ خاں کو دو تین آدمیوں کے ہمراہ بھیجا۔

ہم لوگ اس گھاٹ سے خیر و عافیت کے ساتھ پار آ گئے۔ وہاں سے چل کر موضع نکاپانی پہنچے۔ وہاں علماء ملتے آئے اور جہاد کی نیت ظاہر کی۔ پانڈہ خاں کے ابھی تک حسن سلوک کا معاملہ رہا ہے۔

(۲) گزارش ہے کہ چونکہ یہ پہاڑی علاقہ ہے ایسی جماعتیں بھیجے جو اہل ایمان کے لئے ہمت اور غربت اور اہل کفر کے لئے مرعوبیت اور دہشت کا باعث ہوں۔ (۳) نکا پانی سے کوچ کر کے ہم لوگ شیر گور پہنچے یہاں کے رئیس عبدالغفور خاں بیمار تھے۔ ہم لوگ ان کے بھائی کے ساتھ عیادت کو گئے۔ جو لوگ موجود تھے انھوں نے میرے ہاتھ پر بیعت امامت کی۔

(۴) شاہ غلام حسین کی طرف سے آدمی آیا اور پیغام لایا کہ جب تک دوسرا لشکر نہیں آتا یہاں کے لوگ جہاد اور آپ کی رفاقت کے لئے نہیں اٹھیں گے۔

(۵) سید محمد علی شاہ اور ناصر خاں کے خطوط آئے جن کا مدعا یہ تھا کہ ابھی مجاہدین امداد ہی میں قیام کریں، یہاں کے لوگ بظاہر سکھوں کے ساتھ دنیاوی مصالح کی بنا پر وابستگی رکھتے ہیں۔

(۶) اگرچہ یہ خوانین زبانی ایک دوسرے سے بڑھ کر خاطر تواضع کی بات کرتے ہیں لیکن ان کے دلوں

میں اسلامی ہمت اور اطاعت الہی کا کوئی جذبہ نہیں۔ (۷) اتفاق سے روپیہ بالکل ختم ہو گیا۔ صرف ایک اشرفی تھی جس کے نرخ سے یہ لوگ ناواقف تھے اس لئے غلط بیچنے پر بالکل آمادہ نہ تھے۔ میں نے منشی خواجہ محمد کو اشرفی دے کر سر ملند خاں کے پاس بھیجا۔

(۸) ارسلان خاں نے کہا کہ میں حبیب اللہ خاں کی مدد کو جاتا ہوں۔ جس کو جہاد کا شوق ہو میرے ساتھ آئے۔ خرچ میرے ذمہ، لوگ میرے پاس اجازت کے لئے آئے، صلح کرنا مصلحت کے خلاف تھا۔

سر ملند خاں، شاہی خاں اور ان کے بھائیوں سے ملاقات ہوئی لیکن وہ یکسوئی کے ساتھ گروہ مجاہدین میں شریک ہونے کے لئے تیار نہیں۔ سر ملند خاں کا مقصد پانڈہ خاں کی سرکوبی اور شکست ہے۔

مولانا اسماعیل شہید پانڈہ خاں سے تعلقی کو خلاف مصلحت سمجھتے تھے۔ پانڈہ خاں کا تعلق حبیب اللہ خاں سے تھا اور حبیب اللہ خاں کا تعلق سلطان زبردست خاں سے تھا۔ مولانا سلطان زبردست خاں سے تعلق پیدا کرنا چاہتے تھے کیونکہ وہ نواح کشمیر کا رئیس اعظم تھا۔

مولانا اس نتیجہ پر آ گئے تھے کہ یہ خوانین صرف حسرت و شوکت کے ساتھی تھے۔ (شاید) دل سے تو اسلام کا غلبہ چاہتے تھے لیکن محرک کارزار میں حصہ لینے کے لئے تیار نہیں تھے۔

مولانا نے لکھا کہ جہاد صرف اس بات کا نام ہے کہ دین کی نصرت کے سلسلے میں مساعی جملہ کام میں لائی جائیں جو وقت کے مناسب حال ہوں۔ بغیر غور و فکر اور تدبیر کے حملہ خلاف مصلحت ہے۔ اس وقت اس کی ضرورت ہے کہ خوداک اور پوشاک کی تنگی پر صبر کریں۔ پہاڑوں کے نشیب و فراز اور گھاٹیوں کے طے کرنے کے لئے مستعد رہیں۔

ڈمگلا اور شنکیاری کی جنگیں اور ہندوستانی مجاہدین کے قتل

پر شہرت ہوئی کہ مجاہدین ڈمگلا پر حملہ کرنا چاہتے ہیں

جو فوجی اہمیت کا مقام تھا۔ بیچوں سنگھ کے ماتحت شکر آیا اور اس نے وہاں ڈیرہ کیا۔ رات میں یہاں نعیم کے پیچھے مجاہدین نے شب خون مارا مقامی لوگوں نے جگمگے لڑائی کے لوٹ مار شروع کر دی مگر مجاہدین نے بے مثال بہادری دکھائی اور نعیم کو شکست فاش ہوئی۔ جنگ شنکیاری بالکل اتفاقی طور پر ہوئی۔ مولانا اسماعیل نے بے مثال شجاعت کا مظاہرہ کیا ان کھے انگشت شہادت میں گولی لگی۔ دشمن میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اب یہ جماعت لوٹ کر سید صاحب کے مستقر پر آگئی۔ ہندوستان سے مجاہدین کے قافلے آنے شروع ہوئے۔

**مولوی محبوب علی صاحب کا اختلاف**

مولوی میر محبوب علی شاہ عبدالعزیز صاحب کے شاگرد اور نامور علماء میں تھے وہ بھی تشریف لائے لیکن راہ کی صعوبتیں مزاج کو برہم کر گئیں۔ انھوں نے درانیوں سے صلح کو توکل و عزیمت کے منافی بتایا اور کہا کہ پہلے ان کھمروں کا فردوس سے جہاد کرنا چاہئے۔ مولوی صاحب پنجاب کے مرکز پر گئے۔ انھوں نے سید صاحب کے کھانے اور طرز رہائش پر اعتراض کئے۔ اہل لشکر سے

**بفضلہ**  
 بہترین مٹھائیوں اور بیکری مصنوعات  
 وابستہ نام - سلیمان عثمان  
 چند نمونہ مصنوعات: افلاطون، ڈرائی فروٹ برنی، ڈرائی ڈب برنی، انجیر پاک، اخروٹ پاک، انڈیا پاک، بادام کا زعفرانی طوطہ، بادامی مسٹو، سوآن طوطہ، بادامی سوآن طوطہ، کاہوشنٹی کا جوزول، رنگ کک، دھتے علاوہ کاہوشنٹی اور دیگر قسم کے ایکسٹریکٹس تیار کیا جاتے ہیں۔  
 شیریں رواج، شیریں مزاج  
**سلیمان عثمان مٹھائی والے**  
 ۲۵۰۹۶۶، ۲۵۰۰۰۹، ۲۵۰۰۰۹  
 Fax: 009122-8341635 Telex: 011-79341 BARI IN

کہتے تھے کہ تمہارے اوپر بیوی بچوں کے حقوق ہیں تم یہاں کیوں ہو۔ لوگوں نے کہا جہاد کے واسطے مولوی صاحب نے کہا کہ جہاد کہاں ہے اور کون سے کفار سے مقابلہ ہے۔ ان باتوں سے انتشار پیدا ہوا۔ مولوی محمد حسن راجپوری وغیرہ نے انھیں سمجھانے کی کوشش کی سید صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب آپ نے اپنی نفسانیت سے اس لشکر اسلام میں تفرقہ ڈالا ہے۔ مولانا محمد اسماعیل کے آنے سے پہلے مولوی صاحب بجزیٹہ واپس چلے گئے۔ چند لوگ اور بھی واپس ہوئے۔

ہندوستان سے امدادی رقمیں آتی رہیں۔ سید صاحب نے داعیوں اور مبلغوں کو ادھر ادھر بھیجا شروع کیا، بہت سے لوگ جو نہیں جانا چاہتے تھے سید صاحب نے اصرار کر کے انھیں بھیجا۔

مولوی منظر علی عظیم آبادی تشریف لائے۔ سید صاحب ان کے آنے سے بہت خوش ہوئے شاہ چترال کو تحائف بھیجے۔ انھوں نے بھی اپنے خط کے ساتھ قیمتی تحائف بھیجے۔ جاری۔

بہترین مٹھائیوں اور بیکری مصنوعات  
 وابستہ نام - سلیمان عثمان  
 چند نمونہ مصنوعات: افلاطون، ڈرائی فروٹ برنی، ڈرائی ڈب برنی، انجیر پاک، اخروٹ پاک، انڈیا پاک، بادام کا زعفرانی طوطہ، بادامی مسٹو، سوآن طوطہ، بادامی سوآن طوطہ، کاہوشنٹی کا جوزول، رنگ کک، دھتے علاوہ کاہوشنٹی اور دیگر قسم کے ایکسٹریکٹس تیار کیا جاتے ہیں۔  
 شیریں رواج، شیریں مزاج  
**سلیمان عثمان مٹھائی والے**  
 ۲۵۰۹۶۶، ۲۵۰۰۰۹، ۲۵۰۰۰۹  
 Fax: 009122-8341635 Telex: 011-79341 BARI IN

۱۱ مئی ۱۹۹۶ء

# سوال و جواب

## محرم الحرام کے مسائل

س۔ تعزیر سازی جائز ہے یا نہیں نیز اس سے مرادیں مانگنا کیسا ہے؟  
 ج۔ تعزیر سازی کا ناجائز ہونا اور اس کا خلاف شرع ہونا ظاہر ہے، قرآن پاک میں ہے: **وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا تَمَنَّوْنَ** وہی ایسی چیز کی پرستش کرتے ہو جن کو خود ہی تراشتے اور بناتے ہو، ظاہر ہے انسان اپنے ہاتھوں سے تعزیر بناتا ہے اور پھر اس سے دعائیں مانگی جاتی ہیں منتیں مانی جاتی ہیں، اس سے اولاد وصحت کی دعا کی جاتی ہے، سجدہ کیا جاتا ہے، اس کی زیارت کو زیارت حسینؑ سمجھا جاتا ہے، یہ ساری باتیں شریعت کے منافی ہیں۔ علامہ سندھی تحریر فرماتے ہیں کہ رافضیوں کو براہیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ لوگ حضرت حسینؑ کی قبر کی تصویر بناتے ہیں اور اس کو مزین کر کے گلی کو چوں میں لے کر گشت کرتے ہیں اور یاسین یا حسین پکارتے رہتے ہیں اور فضول خرچ کرتے ہیں یہ سب باتیں بدعت و ناجائز ہیں اور اس مسئلہ میں اختلاف بھی نہیں ہے۔ احمد رضا خاں صاحب بریلوی فرماتے ہیں کہ تعزیر دار کی قطعاً بدعت و ناجائز ہے۔  
 س۔ ماہ محرم کا تاریخی پس منظر کیا ہے اس کی ابتدا کیسے ہوئی۔ اس کی اہمیت کیا ہے۔ اس طرح اور دوسرے مہینوں کی اہمیت کیا ہے اور کس لئے معروف و مشہور ہیں؟  
 ج۔ عربی سال کا ابتدائی مہینہ محرم ہے اور آخری ذی الحجہ ہے قدیم زمانہ (زمانہ جاہلیت) سے انھیں ناموں

کے ساتھ چلے آ رہے ہیں۔ اہل عرب نے مہینوں کے نام موسم یا کسی اور وجہ سے رکھ لیے تھے مثلاً محرم اس لیے کہ اس میں جنگ کرنا حرام سمجھے تھے اور ذی قعدہ اس لیے کہ یہ زمانہ فرات کاہے مثلاً جب اس لیے کہ اس کے معنی عظمت کے ہیں اس ماہ میں ایک خاص قسم کی قربانی فرمائی کر رکھی تھی، جس کی وجہ سے اس مہینہ کو عظمت حاصل تھی، اس کے ساتھ کبھی اہل عرب اپنی ضرورت کے لحاظ سے مہینوں میں تقدیم و تاخیر کر دیا کرتے تھے۔ مثلاً ان کو محرم میں جنگ کرنے کی ضرورت پیش آئی تو اس میں جنگ کرنی اور محرم کو دوسرا مہینہ قرار دے دیا اسلام نے ان مہینوں کو تو باقی رکھا، مگر حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تقدیم و تاخیر سے جو فرق پیدا ہو گیا تھا اس کو ختم کر دیا۔  
 س۔ ماہ محرم میں حضرت حسینؑ کی محبت کے گمان میں تعزیر داری کا شرعاً کیا حکم ہے اور اس کی کیا اصل ہے؟  
 ج۔ ماہ محرم میں حضرت حسینؑ کی محبت کے گمان میں تعزیر داری بدعت ہے، فقہائے اہل تشیع نے تصریح کی ہے کہ ہر سال حضرت حسینؑ کی تعزیر کی جاتی ہے یہ مکروہ تحریمی ہے، اصلاً ماہ محرم میں تعزیر داری روافض کی ان بدعات میں سے ہے جو ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہیں، اس کی اسلام میں کوئی اصل نہیں، خیر القرون میں اس کا ثبوت

نہیں ملتا ہے۔  
 س۔ بجز اعتقاد کے محض تماشائی کی صورت میں تعزیر دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟  
 ج۔ تعزیر داری بدعت ہے اور بدعت کے کام کو خواہ تماشائی کے طریقہ پر ہونہ دیکھنا چاہیے بلکہ بدعت کے ہر کام کو اولاً ہاتھ سے روکنا چاہیے نہیں تو زبان سے، تیسرا درجہ یہ ہے کہ دل سے نفرت کی جائے اور یہ ایمان سب سے ضعیف درجہ کا ہے، اور حدیث شریف میں یوں آتا ہے:۔  
**"من رأى منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه وإن لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الأيمان"**  
 س۔ تعزیر سے مراد مانگنا جائز ہے یا نہیں؟  
 ج۔ جائز نہیں! کیونکہ مراد مانگنا صرف اللہ رب العزت سے درست ہے غیر اللہ سے نہیں بلکہ تعزیر غیر اللہ کے ہاں میں یہ اعتقاد رکھنا کہ وہ خود مراد پوری کر سکتا ہے، کفر ہے اور حقیقتاً تعزیر سے مراد مانگنا جہالت ہے کیوں کہ وہ نہ ہی مانگنے والے کی مراد سن سکتا ہے، اور نہ اس کی حالت دیکھ سکتا ہے، اور نہ کوئی دائرہ پہنچا سکتا ہے۔  
 س۔ جس شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ تعزیر بنانا سنت ہے ایسا شخص شریعت کی نظر میں کیسا ہے؟  
 ج۔ وہ شخص جاہل، خطا دار، مجرم ہے، تعزیر سازی بدعت ہے اور بدعت کے بارے میں صاحب شریعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتع فرمان ہے: **كل بدعة ضلالة** وکل ضلالة في النار۔ (ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔)  
 س۔ کیا ماہ محرم میں شادی کرنا شرعاً ممنوع ہے؟  
 ج۔ نہیں شریعت مطہرہ میں کوئی ایسا مہینہ نہیں ہے جس میں شادی کرنے سے منع کیا گیا ہو لہذا محرم میں بھی دیگر مہینوں کی طرح شادی کر سکتے ہیں اس میں شرعاً کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں ہے۔

## مدرسۃ المحنات آزاد نگر اندور کی تقریب سنگ بنیاد

# مشاہدات و تاثرات

مدرسۃ الفلاح آزاد نگر اندور جو ۱۹۶۷ء میں قائم ہوا۔ جس کے بانی و مؤسس حضرت مولانا حسین صاحب ندوی دامت برکاتہم نائب ناظم ندوۃ العلماء جہانندہ العلماء کے نصاب و نظام کے مطابق تعلیم و تربیت کا معقول نظم ہے، بیرونی طلباء کے لئے دارالافتاء کی سہولت بھی ہے۔ مدرسہ کے احاطہ میں پرشکوہ مسجد بھی موجود ہے، یہ مدرسہ سرزمین مالوہ کے ان اہم اداروں میں ہے جو علم و ہدایت کی ساقی گرمی کا فریضہ اس پر آشوب و پرفتن دور میں انجام دے رہے ہیں۔  
 اس مدرسہ میں اس سے قبل بھی حاضری ہوئی تھی، اور قریب سے اس کی سرگرمیوں کو دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ لیکن اس فخر دار العلوم ندوۃ العلماء کے ہنرمند جناب مولانا سید محمد رابع صاحب ندوی دامت برکاتہم اور استاذ ادب جناب مولانا سید محمد واضح رشید صاحب ندوی، جناب مولانا ضیاء الحسن صاحب ندوی پروفیسر جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی اور مولانا محمد رضوان صاحب ندوی کی محبت میں حاضری کا شرف حاصل ہو رہا تھا۔ اس مبارک موقع پر مدرسۃ الفلاح کی زیر نگرانی بچیوں کی دینی تعلیم و تربیت کے لئے ایک الگ ادارہ مدرسۃ المحنات کے سنگ بنیاد کی تقریب ہوئی تھی۔  
 بعد نماز جمعہ مورخہ ۱۹ اپریل کو ہنرمند دارالعلوم ندوۃ العلماء اور دیگر اساتذہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے بدست اس ادارہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس

مدرسۃ الفلاح آزاد نگر اندور جو ۱۹۶۷ء میں قائم ہوا۔ جس کے بانی و مؤسس حضرت مولانا حسین صاحب ندوی دامت برکاتہم نائب ناظم ندوۃ العلماء جہانندہ العلماء کے نصاب و نظام کے مطابق تعلیم و تربیت کا معقول نظم ہے، بیرونی طلباء کے لئے دارالافتاء کی سہولت بھی ہے۔ مدرسہ کے احاطہ میں پرشکوہ مسجد بھی موجود ہے، یہ مدرسہ سرزمین مالوہ کے ان اہم اداروں میں ہے جو علم و ہدایت کی ساقی گرمی کا فریضہ اس پر آشوب و پرفتن دور میں انجام دے رہے ہیں۔  
 اس مدرسہ میں اس سے قبل بھی حاضری ہوئی تھی، اور قریب سے اس کی سرگرمیوں کو دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ لیکن اس فخر دار العلوم ندوۃ العلماء کے ہنرمند جناب مولانا سید محمد رابع صاحب ندوی دامت برکاتہم اور استاذ ادب جناب مولانا ضیاء الحسن صاحب ندوی پروفیسر جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی اور مولانا محمد رضوان صاحب ندوی کی محبت میں حاضری کا شرف حاصل ہو رہا تھا۔ اس مبارک موقع پر مدرسۃ الفلاح کی زیر نگرانی بچیوں کی دینی تعلیم و تربیت کے لئے ایک الگ ادارہ مدرسۃ المحنات کے سنگ بنیاد کی تقریب ہوئی تھی۔  
 بعد نماز جمعہ مورخہ ۱۹ اپریل کو ہنرمند دارالعلوم ندوۃ العلماء اور دیگر اساتذہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے بدست اس ادارہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس

کے مدرسہ ریاضی العلوم میں بھی ہنرمند صاحب کی حاضری ہوئی۔ مفتی صاحب موصوف نے بے حد ممنونیت کا اظہار فرمایا۔ ہنرمند صاحب اس ادارہ کو دیکھ کر بہت مسرور ہوئے چند سالوں میں اس ادارہ نے بڑی ترقی کی ہے، وسیع بارونقی مسجد دارالافتاء اور درسگاہوں پر مشتمل یہ ادارہ سرزمین مالوہ کا معروف و فخر دارالعلوم بن چکا ہے جہاں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے نصاب کے مطابق تعلیم کا نظم ہے۔  
 جمعرات کی شب میں بعد نماز مغرب مدرسۃ الفلاح میں محرز بہانوں کے اعزاز میں خصوصی پروگرام ہوا جس میں مدرسہ کے بعض طلباء نے نوٹس تقریریں کیں۔ مدرسہ کے نائب ہنرمند جناب سراج احمد صاحب نے محرز بہانوں کی خدمت میں بڑے سپاس پیش کیا مدرسہ کے استاد مولوی کلیم اللہ صاحب ندوی نے منظوم کلام عقیدت اس تقریب مسجد کے موقع پر پڑھنے میں پیش کیا جس کو مولانا محمد خالد صاحب ندوی نے ترتیب دیا تھا۔ مدرسہ کا ہالی ماسچین سے بھرنا تھا اس موقع پر دارالعلوم ندوۃ العلماء کے استاذ حدیث مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری نے دلورہ اخیر اور نوٹس تقریر فرمائی۔ اخیر میں صدر جلسہ جناب مولانا سید محمد رابع صاحب ندوی دامت برکاتہم نے خطاب فرمایا، جس میں آپ نے اپنے اس دیرینہ ربط و تعلق اور ذہنی و فکری السجاء کا تذکرہ فرمایا جو اس مدرسہ کے ناظم جناب مولانا حسین اللہ صاحب ندوی دامت برکاتہم سے ہے، اس مدرسہ کو دیکھ کر اور اس کی سرگرمیوں کا قریب سے شاہدہ فرما کر اپنی دلی مسرت کا اظہار فرمایا، اور مدرسہ کی اہمیت و ضرورت پر بھی روشنی ڈالی گئی۔ صدر جلسہ کی دعا پڑھ کر جلسہ اختتام پزیر ہوا۔ روائی سے قبل جناب مولانا ولی اللہ صاحب ندوی کے دولت خانہ پر پرتگفت دعوت کا اہتمام تھا مولانا نے بڑی محبت و عقیدت کے ساتھ جہانوں کا استقبال کیا اور بے حد مسرور ہوئے۔

## تاثرات

بروفات حسرت آیات مخدومی حضرت مولانا سید محمد رفیع صاحب نورالشمس قدس سرہ

از: محمد عبدالقیوم شاکر الاسعدی بستوی

مولانا سید محمد رفیع صاحب کے جدا جدا حضرت مولانا جعفر علی صاحب نے جہاد سے واپسی کے بعد بستی اور اس کے قرب و جوار کے ضلعوں میں بڑا دعوتی کام کیا تھا۔ مدارس قائم کئے تھے اس کی وجہ سے ان اطراف کے لوگوں کو آپ کی خانقاہ سے عقیدت و تعلق تھا، مولانا محمد رفیع صاحب اس تعلق کی بنا پر ان اطراف میں بہت محبوب و مقبول تھے۔ اور ان کے دور سے ہوتے رہتے تھے۔ ان اطراف کے مدارس سے آپ کو خصوصی ربط و تعلق تھا۔ لہذا آپ کے انتقال کا اثر ان کے مقلوبوں میں بڑا ہی عمیق محسوس کیا گیا جس کا اندازہ ذیل کی نظم سے لگایا جاسکتا ہے۔ مولانا مرحوم کے ساتھ اس ملاقات کے بعض حصوں میں ..... سڑکی سادات حاصل ہوئی ہے۔ اور محبت و عقیدت کے یہ مناظر دیکھے ہیں ہیں وجہ ہے کہ جب مولانا عبدالقیوم صاحب ندوۃ آئے تو مولانا کو نہ پا کر اہمیت محسوس کی اور ان نقوش ابھرتے جن کی نظم میں ترجمانی کی گئی ہے۔

پیش آیا ندوۃ العلماء میں ایسا سانحہ روپڑے صدیق جس کے آخری دیدار پر آپ سے ہو کر جدا ہونا ہے مجھ کو ٹھہر بھر عمر بھر دیتے رہے بھر بھر کے وہ جام کتاب سچ کہا جس نے کہا نیت تھے سر سے پاؤں تک کتنی بیواؤں یتیموں کے تھے مولانا کفیل گو سفر مشکل ہو رہتے تھے ہمیشہ مستعد اس سفر میں لطف آتا تھا حاضر سے بھی سوا دین کی خاطر کیا تھا آپ نے ترک وطن سید احمد سے عقیدت کی ہے یہ روشن دلیل جو خدا کی راہ میں مرنے ہیں وہ مرتے نہیں ان کے چہنچہ کا اہم کرتا ہے دل کو پاش پاش ایک دو توبی ہو تو کھنے کی کچھ کوشش کروں حشر تک سوتے رہیں آرام سے پروردگار روح بن کر طائر قدسی صفت اڑتی پھیرے جس نے دنیا میں نہیں اپنا بنا یا کوئی گھر زندگی تھی باعث مدد رشک حضرت آپ کی شاکر خستہ جگر تھا ان کا اک ادنیٰ عن سلام آسمان تیری لحد بدست بنم افشانی کرے قبر کو تیرا منور فضل رحمتی کرے

## بارگاہ اقبال میں

امین عابد راہنہ اسروہوی

عجیب و سادہ و دلکش پیام ہے تیرا  
دلوں میں اہل نظر کے مقام ہے تیرا  
ہوا جو اہل نبی میں بھی تیرا ذکر جمیل  
یہ شان ہے تری یہ احترام ہے تیرا  
ہیں تیرا دیدہ وری کے حرم میں بھی چرچے  
علی میاں کی زباں پر بھی نام ہے تیرا  
ہے میری چشم تصور میں وہ نماز اس وقت  
جب ایک مرد مجاہد امام ہے تیرا  
مری زبان و قلم پر گرفت ہے تیرا  
مر کلام ہی کیا ہے، کلام ہے تیرا  
"اگر سیاہ دلم، داغ لالہ زار تو ام  
وگر کشادہ جبین گل بہار تو ام

ہول سیل چشموں کے فینسی فریم اور لینس کے لیے

## ناج آپٹیکلس

ڈسٹری بیوٹرز

ڈی 37/152 - کوڈائی کے چوکے  
(مدر جلیانہ گل) دارالنبی

## TAJ OPTICALS

WHOLE SALE SPECTACLE

FANCY FRAMES & LENSE

PLEASE

CONTACT

TAJ OPTICALS

D-37/152 KODAI - KI -

CHOWKI (MADHUR JAL PAN)

GALI) VARANASI

PH-352797 RES-342127

342106

## بقیہ بہ درس حدیث

اس کے مطابق بلا کسی کی زیادتی کے صحیح حساب لگا کر دیا جائے، اور بلا کسی تاخیر و تقدیم کے وقت پر دیا جائے۔ نمبر و اصلاحت اور امانت دار لوگوں کو کام پر لگانا اور مالوں کو ان کے حوالہ کرنا تاکہ کام ٹھیک ٹھیک انجام پائیں، مال محفوظ رہوں۔ نمبر حاکم بذات خود کاموں کی نگرانی کرے اور حالات کی تحقیق کرتا رہے تاکہ امت کی قیادت اور ملت کی حفاظت کا فکر و اہتمام رہے، لذت کوشی میں پڑ کر باعادت میں مشغول ہو کر دوسروں ہی پر بھروسہ نہ کرے کہ بھی کبھی امانت دار شخص سے بھی خیانت سرزد ہو جاتی ہے اور یہی خواہ دھوکا دے دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

"يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ"

اے داؤد ہم نے تم کو زمین میں بادشاہ بنا لیا ہے تو لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلے کیا کرو اور خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ وہ تمہیں خدا کے رستے سے بھٹکا دے گی۔

اللہ تعالیٰ نے صرف کام حوالہ کرنے پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ عملاً کرنے کا حکم دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے ہر شخص نیک جان ہے اور تم میں کا ہر شخص اپنی نیکبانی کے بارے میں جوابدہ ہے۔ لہذا امام کی ذمہ داری زبردست ذمہ داری اور گرانہار امانت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص مسلمانوں کے کسی معاملہ کا ذمہ دار بنا پھر کوئی کام کسی ایسے شخص کے حوالہ کیا جس سے بہتر آدمی موجود تھا تو اس نے اللہ و رسول اور مسلمانوں کی خیانت کا ارتکاب کیا۔ لہذا

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا "جو شخص مسلمانوں کے معاملات میں سے کسی کام کا ذمہ دار بنا پھر اس نے اس میں سے کوئی ذمہ داری، دوستی یا رشتہ کی بنا پر کسی شخص کے حوالہ کی تو اس نے اللہ اور اللہ کے رسول نیز مسلمانوں کے ساتھ خیانت کی۔

لہذا ضروری ہوا کہ حاکم اپنے نائب کے طور پر دوسرے مشہوروں پر جو گورنر، قاضی یا فوجی جنرل مقرر کرے ان کی صلاحیت اور کام کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی صفات کو بھی طرح معلوم کرے، ایسے ہی لشکروں کے سپہ سالار اور مالیات کے ذمہ دار و ذرا کلرک، سرکاری دفاتر سے ایسے حقوق لگوانے والے جن کے حصول میں دشواری ہوتی ہے، ایسے ہی خراج و صدقات اور دیگر مالوں کو جو مسلمانوں کے لئے ہیں وصول کرنے والے عمال، ان میں سے ہر ایک کی ذمہ داری ہے کہ اپنا نائب و عامل اس شخص کو بنا لے جو اس کام کے لئے سب سے باصلاحیت ہو، یہاں تک کہ مساجد کے ائمہ اور مؤذنوں، قاریوں اور استاذوں، حج کے امیروں، مالوں کے خزانچی، قلعوں کے سپہ سالاروں کے نیکران، قبیلوں، بازاروں کے حالات معلوم کرنے والے ان تمام قسم کے لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ جو شخص بھی مسلمانوں کے ان معاملات میں سے کسی معاملہ کا ذمہ دار بنے تو اپنے دائرہ اختیار میں ایسے ہی شخص کا تقرر کرے جو اس کام کے لئے سب سے بہتر اور اہل ہو، اگر اہل و سخی کے حقدے ہٹ کر محض رشتہ، دوستی، آزاد کردہ غلام یا ایک شہر میں رہنے کے تعلق یا مذہب و قومیت جیسے عرفی و فاری یا رشتہ کی وجہ سے خواہ وہ مال کی شکل میں ہو یا نفع کی یا کسی اور چیز کی بنا پر جیسے باصلاحیت شخص کی طرف سے دل میں کینہ و ناگوارگی ہو یا دونوں میں دشمنی ہو، اس لئے غیر مستحق کو ذمہ داری دے دی تو اس نے اللہ و اللہ کے رسول اور مسلمانوں کی خیانت کی اور آیت پاک میں جس چیز سے اس کو منع کیا گیا ہے اس کا مرتکب ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا

وَدَعُوهُ أَوْ آمَا نًا تَكْفُرًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ" لہذا ایمان والوں! تو خدا اور رسول کی امانت میں خیانت کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو اور تم دان باقوں کو مانتے ہو۔ "وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا آمَا نًا تَكْفُرًا وَلَذِكُمْ ذُنُوبًا كَثِيرًا" اللہ جنت و عذاب عظیم ہے اور جان رکھو کہ تمہارا مال اور اولاد بڑی آزمائش ہے اور یہ کہ خدا کے پاس نیکوں کا بڑا ثواب ہے۔ انسان اپنے بیٹے کی محبت و آزاد کردہ غلام کے تعلق کی بنا پر خیانت ہو کر ان کو ایسا منصب دیتا ہے جس کی ان میں صلاحیت نہیں ہوتی ایسے ہی اپنے کسی خوشامدی کو عہدہ دیدیتا ہے ان سب صورتوں میں وہ امانت میں خیانت کا مرتکب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے رسول کی خیانت کرتا ہے۔

سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوا حکمرانی ایک امانت ہے جس کا ان مواقع کا لحاظ رکھتے ہوئے جس کا ذکر ہوا ادا کرنا ضروری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امانت کے سلسلہ میں حضرت ابو ذر سے فرمایا کہ "وہ ایک امانت ہے جو قیامت میں ندامت و فخر و ننگ کا سبب ہو گی سوائے اس شخص کے جس نے اس کے حقوق کے ساتھ اس ذمہ داری کو سنبھالا اور اس امانت کے سلسلہ میں اس پر جو ذمہ داری تھی اس کو پورا کیا۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت فرمائی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب امانت خالص کی جائے لگے تو قیامت کا انتقام کرو۔ حدیث کے اس معنی پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے لہذا جس شخص کو قیامت کے مال کے سلسلہ میں (دیکھ بھال کی) وصیت کی گئی ہو، یا جو شخص وقف کا نیکران ہو، یا کسی شخص نے اپنے مال میں کسی اور شخص کو وکیل بنا دیا ہو، تو ان سب کو ان ذمہ داروں سے کی ادائیگی میں بہتر سے بہتر طریقہ اپنانا چاہیے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا



مسلمانوں کے حق میں ایک اچھے مستقبل کی امید رکھ سکتی ہے۔ اور اس کے لئے دردمند حضرات کو نشانہ بھی ہیں، اللہ تعالیٰ ان دردمندوں کے مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور ان دینی، علمی اور دعوتی مراکز کو ترقی و فروغ سے نوازے۔ آمین۔

رکھتا ہے، اس کی جنس کا احترام کرتا ہے، بہت سی یورپین عورتیں اس وجہ سے بھی اسلام لائیں۔ اخبار نے آخر میں اس شکایت کا ذکر کیا ہے کہ یورپ میں اسلام کو بری شکل میں پیش کیا جا رہا ہے، اور اس کو ایک بڑے دشمن کی حیثیت سے بتایا جا رہا ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلام کو اس کی اصلی اور صحیح شکل میں پیش کیا جائے، انیسویں کی بات تو یکے بعد دیگرے آئی کہ امامت اور سچا ہونا چاہیے، وہ بھی اسلام کو بگاڑ کر پیش کرتا ہے۔ اور یہ باور کراتا ہے کہ اسلام تشدد، تخریب و فساد کا نام ہے، جبکہ اسلام امن و سلامتی اور بھائی چارگی، اعلیٰ اخلاق و کردار کی دعوت دیتا ہے، یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اسلام جو سب سے بہتر مذہب ہے، اور سب سے بہتر راہ عمل رکھتا ہے، آخر کیوں پولا یورپ و مغرب اس کے پیچھے پڑا ہے، اور اسکی تعلیمات کے آگے رکاوٹ بن رہا ہے۔

یہاں بھی اخصس اور تیم کے مال کے پاس بھی نہ پھٹکا مگر ایسے طریقے سے کہ بہت بہتر ہو کر گئے آپ نے اخصس کے جملے حسنۃ کا لفظ نہیں استعمال فرمایا اس لئے کہ حاکم لوگوں کا بالکل ایسے نگران ہے جیسے بکریوں کا چرواہا بکریوں کا نگران ہوتا ہے، جیسا کہ حدیث میں تفصیل گزری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کوئی بھی نگران نہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے نگرانی سونپی ہو پھر وہ اس حال میں مرے کہ دھوکہ دہی سے کام لیا ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کی خوشبو حرام فرمادیتا ہے۔ (رواہ مسلم)

لے الاحکام السلطانیہ والو لایات الرضیہ لابی الحسن علی بن محمد بن حبیب المادردی ص ۱۵۔  
تھے نفاہ حاکم فی صحیحہ  
کے انفال - ۲۷-۲۸-۲۹-۳۰-۳۱-۳۲

### بقیہ: اسلام بجا دین حق ہے

دعوت کا پائینگی اور صفائی کی طرف خصوصیت سے زور دیتا ہے، اور اعلیٰ اخلاقی کردار پیدا کرنے کی دعوت دیتا ہے۔  
ایک تو مسلم یورپین خاتون نے یورپین تہذیب پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مسلمان خاتون دوسری خواتین سے اپنی بہت سی چیزوں میں متاثر ہے۔ یہ باوجود عمر زیادہ ہوجانے کے اپنی نسوانیت کی حفاظت کرتی ہے اور اسے فاضل ہونے نہیں دیتی، برفلاط یورپین عورتوں کے کہ تیس سال سے عمر تجاوز ہو تو کریم دباؤ ڈالے اپنا چہرہ بگاڑ لیتی ہیں، میک اپ لگنے کے اپنی ہیبت خراب کر دیتی ہیں، ایک فرقہ اور امتیاز بھی ہے کہ مسلمان اپنی بیوی کا زیادہ خیال رکھتا ہے، اور اس کی ذات کو معاشرہ کی خرابیوں سے دور

### بقیہ مشاہدات و تاثرات

اندروں سے دایمی پر یہ تاثر پیدا ہوا تھا کہ پولک راجاؤں کا پارلیمنٹ اندر جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں اور ان راجاؤں کے زیر اثر اس علاقے کے ہونے کی وجہ سے مسلم معاشرہ میں غیر اسلامی طور طریق اور ہندو تہذیب کا اثر جس حد تک پیدا ہو گیا تھا، اس کی بنیادی وجہ اسلامی تعلیمات سے دوری اور صالح مسلم معاشرہ کا فقدان ہی قرار دیا جاسکتا ہے۔ الحمد للہ آج نہ صرف اس شہر میں بلکہ اس کے مضافات میں بھی بہت سے دینی و علمی مراکز قائم ہو گئے ہیں، جہاں نونہالان اسلام کی تعلیم و تربیت کا نظم کیا جا رہا ہے، تبلیغی مراکز میں جماعتوں کی آمدورفت اور اعیان شہر کی تعلیمی سرگرمیوں کے ساتھ تبلیغی اور دعوتی کاموں میں حصہ لینا علماء کی قدر، مرکزی اداروں سے واہراہ عقیدت اور وابستگی، یہ وہ باتیں ہیں جن سے اس علاقہ میں

### ارشاد الساری اردو شرح بخاری

حضرت مولانا محمد نجم الحق صاحب مدنا پوری غفرلہ و مجاز حضرت مولانا عبدالجبار صاحب سابق شیخ الحدیث جامعہ امدادیہ مراد آباد یو پی نے آسان اردو زبان میں بخاری شریف کی یہ شرح طلبائے مدارس دینیہ کی علمی اور درسی ضرورتوں کو پیش نظر رکھ کر مرتب کیا ہے، جس میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ اور شیخ الحدیث مولانا عبدالجبار صاحب کی درسی نکات کا عطر کشید کیا گیا ہے۔ طلباء کی سہولت کے لئے بخاری شریف کا عربی متن بھی شامل کتاب ہے ارشاد الساری کی جلد اول باب بدو الوحی کتاب الایمان اور کتاب العلم پر مشتمل ہے، اساتذہ حدیث کے لئے بھی یہ کتاب چشم کشا اور خاصہ کی چیز ہے۔  
ملنے کا پتہ:- ملکہ نعمانیہ دیوبند سہارنپور۔ یو پی۔  
دارالعلوم حسینیہ مانگروں ضلع جونا گڑھ گجرات

### ناشر حضرات توجہ دیں

جو ناشر حضرات، اشاعتی ادارے یا ادیب شاعر اپنی کتابیں تبصرہ کے لئے ہمیں روانہ کرتے ہیں وہ اس کا ضرور خیال رکھا کریں۔  
۱، کتاب زیادہ سے زیادہ ایک سال کے عرصہ کے دوران شائع ہوتی ہو، زیادہ پرانی کتابوں پر تبصرہ ممکن نہیں ہے۔  
۲، چند صفحات پر مشتمل پمفلٹ قسم کی کتابیں بھیجئے گا کوئی فائدہ نہیں ہے، ذہنی تبصرہ نگار کے پاس وقت ہے اور ذہنی تعمیر حیات کے صفحات میں اس کی گنجائش ہے۔

# اسلام ہی دین حقیقی ہے

## اور وہی پورے عالم میں امن و سکون بحال کر سکتا ہے

ماخوذ از:- اخبار العالم الاسلامی، یوکرہ  
ترجمہ سید شہود حسن حسینی  
ایک یہودی اخبار جو جرمنی کے دارالحکومت بون سے نکلتا ہے۔ اپنی تازہ اشاعت میں لکھتا ہے۔  
"اسلام ساری مشکلات کا واحد حل ہے۔"  
یہ کثیر الاشاعت اخبار اپنی خاص اہمیت اور انفرادیت رکھتا ہے اور بڑی شہرت کا حامل ہے، اس اخبار نے جرمن مسلمانوں کے متعلق ایک تفصیلی رپورٹ شائع کرنے کے بعد ان مسلمانوں کے انٹرویو بھی پیش کئے ہیں۔ جو پہلے مشدد عیسائی تھے، لیکن اسلامی تعلیمات سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ جیسے وہ اپنے سابقہ دین پر کار بند تھے اس سے کہیں زیادہ وہ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہیں، اخبار نے ایسے لوگوں سے بات چیت کے دوران خصوصیت سے یہ سوال اٹھایا ہے کہ مغرب میں اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے اس کی کیا وجہ ہے، اخبار نے ایک کرسی میں ہو پیمین نو مسلم عبد البہادی سے ملاقات کی تفصیل شائع کی ہے جو جرمنی کے موجودہ چانسلر سہلموت کول کی قیادت میں برسر اقتدار مسیحی سوشلسٹ پارٹی سے متعلق خبر رسائی کے شعبہ سے ایک لمبی مدت سے وابستہ رہ چکے ہیں، انھیں اپنی کتاب "مختلف افراد کے درمیان" کی وجہ سے اپنی خدمات سے دستبردار ہونا پڑا، جو حکومت کے لوگوں کو اس لئے زیادہ کٹھکتی تھی کہ اس میں ان جرمن نو مسلم کی اذیتوں اور مصائب کا ذکر تھا۔ جنھیں ان کے اسلام لانے کے بعد جھیلنا پڑا اور معاشرہ میں انھیں تیسرے درجے کا شہری سمجھا جانے لگا۔

عالم اسلامی کو اپنے ایک انٹرویو میں اپنے اسلام لانے کے بارے میں یہ بتاتے ہوئے کہا تھا، میں وہ دن نہیں بھول سکتا کہ جب میں اپنے ایک باغ میں موسم گرما میں بیٹھا تھا، ایسا محسوس ہوا کہ نیلا آسمان بے سورج کی ایک دمک پورے آج دنیا کے ساتھ ظاہر ہو رہا ہے۔ بجلی کی ایک شرارت ہے جو میرے دل کو کئی ماہوں کی طرح پورے جسم کو قبضہ لے کے رکھ دیا، اور اس میں کھڑکیا یہ کہتے ہوئے دل کوزنگا گیا، بس اسلام ہی آخری دین الہی ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے چنا جو جہارا، تمنا اور تمام لوگوں کا رب ہے، انجیل اور قرآن کا رب ہے، ابراہیمؑ و اسحاقؑ کا رب ہے، موسیٰؑ و عیسیٰؑ کا رب ہے، یہ خبر آخر زمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب ہے، سب کا پروردگار اور مالک حقیقی اور منعم درازن و رب ہے۔

صحافی ایڈیٹر ڈاکٹر الف نے جو علم لاہوت کے ماہر ہیں یہ بات واضح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں یہ بتاتا ہے کہ اس نے ہر شخص کے لئے اسلام کا عمل بنوانے کے لئے راستہ صاف رکھا ہے، اور سب کے لئے میدان کھلا ہوا ہے، ہاں جس کے ساتھ اللہ رب العزت ہدایت کا راہ دہ رکھتے ہیں، اس کے دل کو اسلام سے مانوس کر دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "فَمَنْ شِئِدَ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ لِيُشْرِحَ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ شِئِدَ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا مُمْسِكًا يَصْعَقُ فِيهِ الشَّمَاةُ" صحافی کہتے ہیں "موجودہ عیسائیت کی چیزوں میں نظرت سے لڑتی ہے اور اس کی چیزیں اسلامی اصول کے سراسر منافی ہیں، اسلام میں مذہبی لوگوں پر شادی کرنا ممنوع اور حرام نہیں ہے، جبکہ موجودہ عیسائیت میں ایسا کرنے والا قصور وار گردانا جاتا ہے، چنانچہ اب ایسا دیکھنے میں آ رہا ہے کہ بڑی تعداد میں وہ صحابی جن کا علم و دین سے تعلق ہے، اسلام لائے ہیں، اس لئے کہ ان پر اب یہ واضح ہو چکا ہے کہ اسلام کدوج باقی ہے۔"